

تذکرہ

ہندوستان کے بہار

مرتبہ

فصیح الدین بلی

نیشنل بک سنٹر ڈالہن گنج پلامو

قیمت چار روپے پچیس نئے میسے

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ

ہندو شعرا کے بہار

جس میں

صوبہ بہار کے متقدمین، متوسطین اور متاخرین یعنی دور حاضر تک
کے فارسی اور ریختہ گو ہندو شعراء کے تذکرے اور کلام پر ہی جستجو
سے فراہم کر کے مستند تذکروں کے ضروری حوالوں کیسے پیش کئے گئے ہیں



مترجمہ

فصیح الدین بلخی

نیشنل بک ٹرسٹ - ڈالہاؤس - پٹنہ
ڈالہاؤس - ڈالہاؤس - پٹنہ

پاراول

قیمت

چار روپے ۲۵ نئے روپے

احوال ضروری 129955

سطور ذیل میں بجز احوال ضروری کچھ بھی نہیں۔ اسلئے کہ نہ تو یہ اس کتاب کا مقدمہ ہے اور نہ صاحب کتاب کا تعارف۔ مقدمہ تو مرحوم مولف نے تالیف کتاب کے بعد ہی سپرد قلم فرمایا تھا جو اس کتاب کی اہمیت کا ضابطہ دار ہے۔ رہنمائی تعارف کا۔ تو یہ ظاہر ہے کہ تعارف اسی اہل قلم کا ہونا ہے تو اس مخصوص فنکار سے بلند پایہ نہ ہونے پر ہم تیار ہو رہے۔ راقم الحرف اس کا اہل ہی نہیں۔ پھر بھی چند سطور اسلئے سپرد تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مرحوم ہستی عظیم و جاوید جس کے علمی و ادبی کارناموں کا علم و ادب مرہونِ منت ہے اس کے ذاتی حالات سے اہل ذوق پورے طور پر آگاہ نہیں ہو سکے ہیں۔

والد مرحوم حضرت نصیح الدین بلخی کاسین ولادت ۱۸۸۵ء اور سن وفات

۱۳ مارچ ۱۹۶۲ء ہے۔ ان کی سوانح حیات پر صورت و کھپیوں سے بھر پور ہے جو

انہیں ایک ہم لند سیاح ممالک سرمنی، ایک کامیاب معلم، ایک مقبول افسر، ایک

وسیع النظر عالم، ایک بیک فنکار، ایک عامل جستجو محقق، ایک صاحب کوناد، ایک انصاف پسند

لورخ اور ایک فزمن شناس انسان ثابت کرتی ہے۔ ان کی زندگی کے سر پہ پورے دست رختی

ڈانے کی گنجائش نہیں۔ قدرت کو منظور ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی سوانح حیات میں

کی خدمت میں پیش کردوں گا جو ابھی تحریری منازل میں ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی ڈگریاں

رکھنے والے فرزند نہیں تھے لیکن ان کے سپرد کم و بیش ہمیشہ کام ایسے ہی آئے جن کے لئے عموماً لمبی

چوڑی ڈگریوں کے افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۹۰۷ء میں اپنے والد محترم ڈاکٹر حیات الدین بلخی

مرحوم کی اچانک موت کے سبب اپنا تعلیمی سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رکھنے کے باوجود زیادہ عرصہ

تک قائم نہ رکھ سکے۔ ویسے سو گوارا حوالی میں یہی کیا کم تھا کہ کسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس

کا امتحان امتیازی انسان سے پاس کیا۔ ۱۹۱۹ء میں منشی فاضل کا امتحان مزید امتیازاً انسان سے

پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۱-۱۲ء کے لگ بھگ یونائیٹڈ اسٹریٹس اسکول کرچی میں اردو فارسی کے معلم

کی حیثیت سے ان کا تقرری ہوئی اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۱۳-۱۴ء کے لگ

بھگ فور شوپیم کلکتہ میں سعلی کی۔ اسی اثنا میں ہزیرہ فیضی کی سیر کا موقع ملا۔ چنانچہ حکومت

فاہمی کی عدالت عالیہ (SUPREME COURT) میں ترجمان کا عہدہ (مبوض)

مبلغ ایک سو چالیس پونڈ ماہانہ تنخواہ) سنبھالا۔ خرابی صحت کے سبب ہاں سے بھی واپس آیا اور

چنانچہ قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد بارہ بار میں کبھی کوآپریٹو سوسائٹی کھنڈ کھنڈ

دیبا رمنٹ میں کام کرتے رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں فوجی فائزمت اختیار کی ۱۹۱۹ء میں
 سیریا، مصر، فلسطین، دمشق، بیروت بیت المقدس اور نہ جانے کہاں کہاں کی سرکرتے
 کے بعد وطن واپس آئے جو پور میں سب ڈپٹی کا عہدہ بھی غالباً ملا۔ لیکن ۱۹۲۱ء کی
 تحریک علم تعاون حکام برطانیہ سے متاثر ہو کر سے بھی ٹھکرا دیا۔ کئی برسوں تک عاشقی پوران میں
 گزارنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں باسٹ مرے کیلا میں روینوا قسرد مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے
 ۱۹۳۶ء میں یہاں سے اپنی خوشی کے مطابق نیشن یافتہ ہو کر بیٹہ یونیورسٹی میں ناظم
 شعبہ مخطوطات ہوئے جہاں سے ۱۹۶۰ء میں ریٹائر کیا گیا۔ بیٹہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات کا
 مریزم کی کیا دین ہے اسے دنیا اچھی طرح جانتی ہے خصوصاً طور پر اس کے موجودہ ناظم
 ڈاکٹر خواجہ افضل اماما اے۔ پی ایچ ڈی کو تو ان کی اس ضمن کی خدمات کا اچھا خاصہ علم ہے۔
 مرحوم کی پہلی کتاب تاریخ گدھ اکھن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ۱۹۴۳ء میں شائع
 ہو کر مقبول عالم ہوئی دوسری کتاب تذکرہ تنوان ہند ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی استاد غلام بادی
 کی شاعری سے متعلق انکا کتابیہ انشاد شاد بہت پہلے شائع ہو کر انکی ناقابل تصانیف شاد کو شاک تھا۔
 مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابیں کئی ہیں (مثلاً دستور سخن سبوتہ بہار کے تاریخی مقالے کے کتبوں کا مجموعہ
 اشاریہ، تحریک پابریہ اور ہمارے مقالات فصیح ہند و شعر کے بہار و خیرہ)۔
 پیش نظر کتاب تذکرہ ہند و شعر اے بہار واصل مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات و
 تصانیف کے سلسلہ طباعت کی پہلی کڑی ہے۔ میں اس کی اشاعت کے لئے ناشر کتاب کا حد و راہ
 شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سہیر سے کے دور میں میں عورت رندانہ سے نام لیا ہے بلکہ یہ بھی عد کیا
 ہے کہ تحریک پابریہ اور بہار مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے سلسلہ طباعت و اشاعت کی
 دوسری کڑی ہوگی۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے آمین!
 میں اپنے محترم بزرگ پر وفیہ عسکری اپنے بزرگ دوست جناب تجور شمسی اپنے شاگرد
 کے۔ شرماء اور اپنے ہم پیشہ عزیز پر وفیہ تذب راہی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے از ماہ خلوص
 ہر ممکن صورت اس کشتہ آلام مصائب کے ساتھ ہمدردانہ رویہ برت کر اس نیک
 کام کی تکمیل میں خلوص و محبت اور تعاون سے کام لیا۔
 آخر میں اس لوح مقدس کو اپنے جذبہ انترام کے پھول پسین کرنا ہوں جس کے کارناموں
 کی دنیا کے علم و دانش اور خصوصاً طور پر اردو زبان و ادب میں منف ہے۔
 محلہ بڈہ پالین گنج پلاٹوں،
 ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

نما کھائے فصیح
 آدم بلخی



Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

آئینہ کیوں نہ دیں کہ تماشا کہیں جسے
 ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے
 (غالب)

عموبہ بہار کی سرزمین جس کا قدیمی نام گدھ ہے مذہبی سیاسی علمی اور ادبی حیثیتوں سے ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور ممتاز ہے۔ دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی بودھ دھرم اور جین دھرم کا ایجاد اور نشوونما اسی زمین میں ہوا اور راجا چندرگپت اور اشوک کے عہد میں پاٹلی پتر جو بعد میں پٹنہ اور عظیم آباد کے نام سے موسوم ہوا اسی وسیع مملکت کا دار الحکومت تھا جس کے حدود ملک ایران کی مشرقی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔

چندرگپت کے زمانہ میں کوتیلیا (چانکیا) ایک بڑا مقنن اور مدیر گذرا ہے جس کو ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے اس کی مشہور تصنیف ارتھ شاستر موریا خاندان کے راجاؤں کا دستور العمل رہی اور آج تک مورخ اس کو بڑی اہم کتاب جانتے ہیں۔

پاٹلی پتر کا ایک باشندہ پانینی جس کو دو ہزار برس سے زیادہ گزرے زبان کے اصول و قواعد منضبط کرنے کا موجد سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے دنیا میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

اس طرح اس ملک کے مشہور مہندس و معمار آریہ بھٹ نے ہندوستان کے تاریخ ۱۶۴۷ء میں برس کی عمر میں اسی پاٹلی پتر میں اعلیٰ علم حاصل کیا اور اس کی ایک کتاب تصنیف کی جو اب تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

پاٹلی پتر کے راجاؤں میں سمندرگپت درج اولیٰ درجہ کے ہیں اور ان کے علاوہ شاعر اور موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ اس کے شاگردوں میں

ہین بجاتے ہوئے اس کی تصویر پائی جاتی ہے اور اس نے اپنی شوکت و عظمت کا حال سنکرت میں نظر کر کے اشوک کے سنگین پائے پر کندہ کر لیا تھا جو قلعہ الہ آباد کے اندر پایا گیا ہے۔

سنگہ کے قریب قصبہ بہار سے پانچ کوس دھن نالندہ کی مشہور دانش گاہ قائم ہوئی جو ہندوستان سے چین تک علم کا مرکز تھی یہ اہل وطن کے علمی ذوق کا سب سے بڑا اور نمایاں ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ چین کے جاتریوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں ہزاروں اہل علم موجود تھے ان میں متعدد مصنفین بھی تھے جن کی تصنیفیں اس ملک کے علاوہ تبت، چین، اور ملایا تک مشہور تھیں۔ آج بھی پٹنہ میں کتب خانہ مشرقیہ رخدا بخش لائبریری کا مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو دنیا کے زرد کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل بہار کے علمی ذوق کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔

اریاب علم کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر ایک زبان کے ادبی سرچشمے سے تمتع حاصل کریں۔ البیرونی نے ہندوستان آکر برہمنوں سے سنکرت سیکھی اور اس ملک کے حالات اور ہندوؤں کے طرز معاشرت کی جو کیفیت لکھی ہے نہایت اہم ہے۔ تاریخوں کے مطابق سلطان سکندر لودی کے عہد (۹۵۰ء تا ۹۱۲ء) میں ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کیا لیکن اس وقت ان کی فارسی دانی دیوان خانوں اور دفتروں کی نوشت و خواند تک محدود تھی اس کے بعد اکبر کے عہد (۹۶۲ء تا ۱۰۱۳ء) میں راجا تودرمل نوشت و خواند میں بے تکلف فارسی استعمال کرتے تھے اور راجا مان سنگھ نے سوہا بہار کی حکومت کے زمانہ میں حاجی پور میں ایک فرماں جاری کیا تھا جس کی نقل راج

کے پاس موجود ہے اس میں ایک جانب فارسی عبارت ہے اور دوسری جانب وہی مضمون فارسی آمیز منہدی میں ہے۔ لیکن اس سے بڑھاکرتے ہیں کہ اکبر فی کے عہد میں کرشن داس بہاری ایک بڑے ذی علم برہمن تھے جنہوں نے بادشاہ کے ایما سے سنسکرت زبان میں فارسی سکھنے کی ایک کتاب پارسیک پرکاش نامی لکھی جس میں انہوں نے اپنے اشلوک میں بے تکلف عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کتاب پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے۔

گیارہویں صدی ہجری سے فارسی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہندو شعرا مسلمانوں کے ہم پہلو ہو گئے تھے۔ چندر بھان برہمن کا دیوان اور اس کے مکتوبات اس بات کی کھلی دلیل ہیں۔ خاص طور پر بہار میں نند لال گوبال اجاگر چند آلفٹ وغیرہ وغیرہ کئی نامور فارسی گو شعرا گزرے ہیں اور ان کے بعد راجا پارے لال آلفٹی ایسے نامور شاعر تھے کہ اس دیار میں اکثر و بیشتر فارسی گو شعرا انہیں کے شاگرد تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں جب فارسی کی جاگہ اردو نے لے لی تو صوبہ بہار کے ہندوؤں نے اردو ہی میں سخن طرازی اختیار کی اور ہندو شعرا اور وُسا اپنے دولت کدوں میں رسوم و عمارت سے مشاعرے منعقد کرتے تھے ان میں رائے بیجا تھ پرشاد غنیمت اور کنور کھراج بہادر رتمتی خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

پیش نظر تذکرہ میں ۱۲۵ ہندو شعرائے بہار کے حالات اور ذوق کلام پیش کئے جاتے ہیں اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ہندو شعرائے بہار کی تعداد اتنی قدر ہے۔ انہوں نے کہ تلاش و جستجو کے باوجود بہتر سے شعرا کے حالات اس قدر مل سکے کہ اس تذکرہ میں درج کئے جاسکیں بعض پرگنوں اور صاحب دیوان

ہندو شعرا کے کلام دستیاب نہ ہوئے۔ غرض جس قدر حالات میں جمع ہو سکے
اسی پر اکتفا کی گئی ان شعرا کو تین ادوار میں تقسیم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔
دورِ مستقدمین میں وہ شعرا ہیں جو تخمیناً ۱۲۰۰ء تک سخن طرازی کرتے تھے۔
دورِ متوسطین میں وہ شعرا ہیں جو تقریباً ۱۲۰۰ء سے ۱۳۰۰ء کے درمیان
مشقِ سخن کرتے تھے اور دورِ مباحثین میں وہ شعرا ہیں جنہوں نے ۱۳۰۰ء
سے اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت تک یعنی ۱۳۰۸ء تک شعر و سخن کا بازار
گرم رکھا ہے یہ ہندو شعرا کے بہار کا پہلا تذکرہ ہے اور اس سے یہ دکھانا
منصوب ہے کہ صوبہ بہار میں فارسی اور اردو زبان و شاعری کے رواج و
ترقی میں ہندوؤں نے کس کشادہ دلی سے حصہ لیا ہے اور اب تک لے رہے ہیں۔

محو کیا نقشِ محبت ہو کہ اربابِ وفا
جتنے ٹٹے گئے اتنے ہی نمودار ہوئے

در آسِ غنیم آبادی

راقم
فصیح الدین بلخی

محله گذری پٹنہ سیٹی ۸
۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء

فہرست

احوال ضروری نادم بلخی مقدمہ فیض الدین بلخی

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱	گویا	نند لال	۱	۱۵	بیدار	منشی بساون لال	۲۲
۲	الفت	اجاگرچہ	۵	۱۶	فرحت	لالہ دم چند	۲۳
۳	نوزوں	نہارچہ اکبران	۱۲	۱۷	الفت	رائے گل سین	۳۱
۴	فکرت	منشی سب سگھ	۱۷	۱۸	شوخی	باؤ سندا لال	۳۱
۵	زنگین	منشی بلا سائے	۱۸	۱۹	شوق	باؤ شو گوپان	۳۲
۶	سکین	لالہ الفت علی	۱۸	۲۰	بیتاب	منو کھائے	۳۲
۷	بہادر	راجہ بلخی بہادر	۱۹	۲۱	الفتی	راجا پیمانے لال	۳۳
۸	ذوق	منشی آسارم	۱۹	۲۲	دماغ	منشی گنگا لال	۳۵
۹	سائق	نہارچہ اکبران	۲۰	۲۳	منہیر	کنور بہر لال	۳۶
۱۰	اگرہاں	نہارچہ اکبران	۲۱	۲۴	تاب	منشی گنگوڑا	۳۶
۱۱	رقیم	منشی گنگوڑا لال	۲۱	۲۵	منشی	راجا باجو	۳۶
۱۲	دل	منشی بلخی بہادر	۲۲	۲۶	شوق	لالہ گل پروا	۳۷
۱۳	تذوق	لالہ بیون رام	۲۲	۲۷	تکلیف	منشی بہر لال	۳۸
۱۴	راجا	راجا بہادر	۲۲	۲۸	شوکتی	کنور راج بہادر	۳۸

ب

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۲۹	رشتی	منشی سمبھو دت	۲۰	۴۷	شاد	بالوسیتا پتہ	۴۸
۳۰	پاشے	مولین لال	۲۲	۴۸	فرد	بالوکالی پتہ	۴۹
۳۱	کھنچ	منشی ہریرناکھ	۲۳	۴۹	حشمتی	لالہ باتادین	۵۰
۳۲	دھرم	منشی دھرم لال	۲۵	۵۰	بدر	راجہ گنگا پرشاد	۵۱
۳۳	فقیر	لالہ لکھنہ سہا	۲۵	۵۱	شاد	راجہ درگاپر شاد	۵۲
۳۴	دیل	لالہ بھگچی نراین	۲۶	۵۲	ظاہر	بالونجا پتہ	۵۳
۳۵	پرشن	منشی پرشن لال	۲۶	۵۳	شایق	منشی لٹا پرشاد	۵۴
۳۶	اختر	لالہ روشن لال	۲۶	۵۴	شمس	منشی پریشیر سہا	۵۵
۳۷	خٹرت	منشی بہاری لال	۲۷	۵۵	قاصر	لالہ گلن بہاری	۵۶
۳۸	شبنم	بالو بدری لاکھ	۲۸	۵۶	گیبو	بالونند کشور سنگھ	۵۷
۳۹	فقیر	منشی کیولا پرشاد	۲۹	۵۷	جیل	لالہ امر چند	۵۸
۴۰	جنگل	جناب بہادر	۵۲	۵۸	خبر	بالو بلدیو پرشاد	۵۹
۴۱	نون	لالہ سیوگے ام	۵۷	۵۹	اظہر	بالو یاسید لوہان	۶۰
۴۲	مختار	لالہ خوب لال	۶۱	۶۰	افسر	راجہ پریشاد شاہ	۶۱
۴۳	شاد	بالو گنگا پرشاد	۶۱	۶۱	عاجز	منشی میوال لال	۶۲
۴۴	عاجز	لالہ کمال پرشاد	۶۲	۶۲	سادق	بالو پرچھو نران	۶۳
۴۵	نسیم	بالو ہری مرچن	۶۵	۶۳	ستہم	منشی درگاپر شاد	۶۴
۴۶	غلیظ	راجہ جیٹا پرشاد	۶۷	۶۴	بیتاب	لالہ کشن نران	۶۵

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۶۵	الفت	ذرا منت رام	۸۵	۸۳	ماہی	ابو بھولا ناٹھ	۱۰۸
۶۶	بھیل	مانشی منو لال	۹۱	۸۴	محبوب	منے لال بھادرا	۱۱۱
۶۷	شہولہ	حکیم گنجی برٹناد	۹۴	۸۵	فریاد	منشی بھو لال ناٹھ	۱۱۱
۶۸	رونی	لالہ شو نالہ سہا	۹۵	۸۶	گشت	ابو گووند برٹناد	۱۱۱
۶۹	رمتی	کبیر کھراج بہادر	۹۵	۸۷	اسیر	ابو گووند برٹناد	۱۱۱
۷۰	حسرتی	لالہ سدا پرٹناد	۹۷	۸۸	چودھ	مانشی بھو لال ناٹھ	۱۱۳
۷۱	حاملہ	منشی گنگوڑی لال	۹۸	۸۹	منہو	بابو پراگ رام	۱۱۶
۷۲	فرد	منشی پراگ لال	۹۸	۹۰	اسیر	کدوری بھادرا	۱۱۶
۷۳	حیرت	بابو جگدیش لال	۹۹	۹۱	صابر	افندی بھادرا	۱۱۶
۷۴	بندو	منشی بھولا ناٹھ	۱۰۰	۹۲	عمر	بابو مہیکا سہا	۱۱۷
۷۵	مست	ابو مند کھول لال	۱۰۱	۹۳	دبانی	ابو سری برٹناد	۱۱۸
۷۶	عاج	بابو سنگھ کھول	۱۰۳	۹۴	نسیب	بابو رام برٹناد	۱۱۸
۷۷	نہید	لالہ برہم پور سہا	۱۰۳	۹۵	گوبر	ابو بھول برٹناد	۱۲۰
۷۸	خارٹ	شیو تران پوری	۱۰۴	۹۶	سماز	بابو جگدیش برٹناد	۱۲۰
۷۹	عاشق	ابو بکیر بھادرا	۱۰۵	۹۷	دوش	ابو بھول برٹناد	۱۲۰
۸۰	آراو	بابو دیو لال برٹناد	۱۰۵	۹۸	نہان	منشی بھو لال ناٹھ	۱۲۲
۸۱	نناد	ابو بھری ناٹھ	۱۰۶	۹۹	نلق	ابو بھول برٹناد	۱۲۲
۸۲	عظا	بے اسیر کھول	۱۰۷	۱۰۰	سندھ	منشی بھو لال ناٹھ	۱۲۲

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱۰۱	فطرتی	بابو پیریا لال	۱۲۵	۱۱۶	اشتر	بابو امرتا محمد	۱۲۶
۱۰۲	تحت	بابو گوگر بخش	۱۲۶	۱۱۷	زیبا	لالہ رام راجی	۱۲۷
۱۰۳	توسر	بابو رادھ لال	۱۲۶	۱۱۸	نشا	رام پرشاد کھوسلا	۱۲۷
۱۰۴	درد	لالہ امرت لال	۱۲۷	۱۱۹	نگوارا	بابو رامیشور پرشاد	۱۵۰
۱۰۵	رام	بابو رام فوج سہاگے	۱۲۵	۱۲۰	سے	گوپال کرشن	۱۵۴
۱۰۶	اشتر	بابو مکران دت	۱۲۸	۱۲۱	زنگین	منشی چھیدن لال	۱۶۱
۱۰۷	شرد	بابو رنجیت سنگھ	۱۲۸	۱۲۲	منشی	بابو بھناکھ سہاگے	۱۶۲
۱۰۸	قدا	منشی کھدیپ سہاگے	۱۲۹	۱۲۳	بشر	بی۔ ڈی۔ سہاگے	۱۶۲
۱۰۹	کالیپ	منشی شاکر کدیپ سہاگے	۱۲۹	۱۲۴	بہار	بابو شیوناکھ پرشاد	۱۶۳
۱۱۰	بھیمی	بابو بھیمی نرائن	۱۲۹	۱۲۵	بہار	اکوڑی یونندن پرشاد	۱۶۳
۱۱۱	کشور	بابو نند کشر لال	۱۳۰	۱۲۶	بیر	پدت بہا بیر	۱۶۳
۱۱۲	کشتہ	بابو اودھ کشر پرشاد	۱۳۱	۱۲۷	تختہ	بابو اجودھیا پرشاد	۱۶۳
۱۱۳	خستہ	بابو گلہ پرشاد	۱۳۱	۱۲۸	پرود	قیسرام نرائن لال	۱۶۳
۱۱۴	زنگین	بابو بخش نرائن لال	۱۳۲	۱۲۹	گاما	بابو امانتی سہاگے	۱۶۷
۱۱۵	سہارا	بابو اجودھیا پرشاد	۱۳۷				

متقدّمین ہندو شعرا کے ہمارے تعارف تک

① گویا تخلص اور نند لال نام۔ ہندو شعرا میں ان سے بہتر صوتی منس فارسی گو شاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسپرنگر کے کشلاگ میں بھی گویا کا مختصر ذکر ہے۔ سکھوں کے نویں گرو گرو گورو نوبند سنگھ کے رفیق و بہدم فقے۔ عرصہ تک عظیم آباد اور تربت میں رہے۔ گرو نوبند سنگھ ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے سبب سے پٹنہ میں ہرمنڈر سکھوں کی مقدس و مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ نند لال گویا کے کچھ حالات پنجابی زبان میں کتابی صورت میں طبع ہوئے تھے۔ غالباً امرتسر میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ گویا کا دیوان نایاب تھا لیکن حسن اتفاق سے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا۔ اس کے آخر میں کاتب نے گویا کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں وہ اس جگہ بحسنہ نقش کئے جاتے ہیں۔

”مخفی نامہ کہ دیوان ہذا از نند اعلیٰ متخلص بہ گویا نند لال ہندی
یعنی نانک شاہی امرت و دریں مقام قصبہ شفا پور اڑیسہ پنجوہ
جناب مستطاب قبلہ عالم و عالمیاں رائے رایان کالکا سہائے
تراندر بہادر دام اجل لکھ و افضا لکم کہ نما کسار یکے از اوفی ترین

شاگردان خط و رسم یعنی این خط شفیعا جناب موصوف است
 ذکر این دیوان آمدہ۔ آخر میں روزے بمقام کچھہ چین درستی ذخیرہ
 کتب ہلے این اوراق چند از نظر این عقیدت مند گذشت و بخاطر
 پیوستہ کہ صاف شود و مرضی مبارک ہم جناب ممدوح بر ہمیں
 امر مستحکم آمد چنانچہ حسب الامر جناب قبلہ معظم ایشان این ہیچڑاں
 در روزے چند قلم بند گردانید و بتاریخ ہفتہ ہم سانوں سمبنت
 موافق ہشتم ماہ اگست ۱۸۶۱ عیسوی مطابق ۲۹ شہرمحرم الحرام
 افاصنت برکاتہ ائی الایام روز پنجشنبہ صورت اختتام پذیرفت
 اگرچہ چنانکہ خواست آنچنان راست نہ آمد۔ بہر کیف از عدم صورت
 وجود نیست انشاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی باقیست تا بار دیگر بوجہ
 احسن و تمیز پذیر خواہد شد مضمون این دیوان آن ماند کہ همچنان مثل کویا
 جویا باشد۔ تعریف و توصیف مضامین این دیوان چہ بر طراز سبحان اللہ
 چہ باید گفت۔ انچہ از زبان مبارک جناب قبلہ ممدوح مسموع شدہ بود
 زان بالمضامین یافت کہ این مضمون عارفانہ است ہر کہ وہمہ
 بدماغ این رسیدن نمی تواند دہاہ گروچی سخن بادشاہ، و در مقامی
 این دیوان یک رباعی طبع زاد جناب سید تراب علی صاحب و قبلہ
 دام فیضہ کہ الحق این چنین مرد مسلمان کہ ایمانش بہ ہمہ وجوہ از
 اکل حلال و صدق مقال مسلم باشد دیگر ندیدم و ممدوح ایہ متوطن
 کچھہ اندواز ماہنوداں بسیار ربط دارند مندرج بود بنا بر خواست
 کہ رباعی مذکور ہم کہ با وکار آن بزرگوار است در ذیل ثبت باشد

چنانچہ در ورق نلم بندی شود۔ الہی توفیق حق پرستی رفیق باو۔

افسوس ہے کہ وہ ورق جس پر سید تراب علی صاحب کی رباعی لکھی

غائب ہے اور دیوان کا اول ورق بھی غائب ہے جس سے پہلی غزل نا تمام
رہ گئی ہے لیکن باقی دیوان مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔

ذیل میں دیوان سے بلا انتخاب کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سارا

دیوان عارفانہ کلام سے مملو نظر آتا ہے اور اشعار کی زبان بھی ایسی سلیس ہے
کہ حافظ شیرازی کی تقلید معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کسے بحال غریبان نارسانہ زرد رسیدہ ایم بجائے کہ پارہ سازسد

ہزار خلد بریں را بہ نیم جو تخرزند از اں کہ بیچ بد اں کوے دلربا زرد

طیب عشق چہن گفتہ است وی گوید بحال درد غریباں بجز خدا زرد

خداے خاک و شش می شود از اں گویا کہ ہر کہ خاک نگر دہم دعا زرد

دردن مردک دیدہ دلربا دیدم بہر طرف کہ نظر کردم آشنا دیدم

بگرد کعبہ و تہخانہ ہر دو گردیدم دگر نیافتم آنجا ہمیں ترا دیدم

بہ ہر سو کہ نظر کردم از رہ تحقیق بساں خانہ دل خانہ خدا دیدم

گدا لہی ہر کویے توبہ ز سلطانی ست خلافت دو جہاں ترک مدعا دیدم

مرا ز روز ازل آمد این ندا گویا کہ اتمائے جہاں را را بتدا دیدم

از دوست غیر دوست تمنا نمیکنیم باورد سر خوشیم و مد اور نمیکنیم

بایار ہمہ ہم و نہ بینیم غیر او ما از دوے خضر و مسیحائے کنیم

بیار نرگسیم کہ نرگس غلام دوست ما چشم را بروے کسے دانمیا کنیم

ہر جا کہ دیدہ ایم جمال تو دیدہ ایم ماجز جمال وہ دست تماشا تو ایم

پروانہ وار گردِ رخِ شمع جاں دہیم چوں خندِ نیب بہبودہ غوغا نمی کنیم
گویا خموش باش کہ سودای عشق یار تا این سراست از سر خود و انمی کنیم

(۲) الفتن تخلص اور اجاگر چند نام۔ عظیم آباد کے متقدمین ہندو شعرا
میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے شاعری کے علاوہ انشا پر داری میں بھی کامل
دستگاہ رکھتے تھے۔ آغا حسین عاشق مولف تذکرہ نشتر عشق، بندابن خوشگو
مولف سفینہ خوشگوار، ڈاکٹر عبداللہ مصنف ادبیات فارسی میں ہندوں کا
حصہ اور مولوی عزیز الدین بلخی مولف تاریخ شعرائے بہار نے ان کا ذکر کیا
ہے اور پروفیسر سید حسن عسکری صاحب نے رسالہ معاصر نمبر ۳ بابت
ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں الفتن پر ایک مقالہ شایع کیا ہے جس کو انہوں نے
”انشائے غریب“ کا نام دیا۔ دستیاب کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس مقالہ
کی بدولت الفتن کی ایک اردو غزل اول اول منظر عام پر آگئی۔ اس میں
عسکری صاحب نے الفتن کے ایک خط مورخہ ۲۵ شعبان ۱۲۷۲ھ کا نام
نواب فخر الدولہ صوبہ دار بہار کا بھی ذکر کیا ہے۔ فخر الدولہ سلطنت مغلیہ
کے مقرر کئے ہوئے آخری صوبہ دار بہار تھے ان کے برطرف ہونے پر صوبہ
بہار کی حکومت ناظم بیگم شجاع الدین محمد خاں کے سپرد ہوئی اس لئے
یہ خط بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں۔

عسکری صاحب نے ریختہ میں الفتن کے پندرہ اشعار نقل کئے
ہیں اور لکھا ہے کہ کتابت کی خرابی کے سبب بعض الفاظ صحیح طور پر
نہ گئے۔ ڈاکٹر اختر اور نیوی نے انہیں اشعار میں آٹھ اشعار اپنے ڈی کٹ
کے پتھیس میں نقل کئے ہیں عسکری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولف تاریخ

شعراے بہار کا یہ بیان صحیح نہیں کہ اجاگر چند پہلے غربت تخلص کرتے تھے
 دام الفت میں گرفتار ہو کر الفت تخلص اختیار کیا۔ عسکری صاحب نے
 ان کا تخلص غریب بتایا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ہے غالباً
 انہوں نے ریختہ کی غزل کا آخری شعر:-

یار غریب ملک معانی کو رہنا شکل مہیب و صورت نہیما میں کام کیا

دیکھا ایسا قیام کیا تھا راقم کو خیال ہوا کہ انشاءے غریب و دیوان

الفت کو بغور دیکھا تخلص کی توثیق کی جائے۔ انشاءے غریب کا واحد

نسخہ جس میں دیوان الفت بھی شامل ہے، کے پی جیو ال ریسرچ انسٹیٹیوٹ

کی ملک ہے راقم نے اس کو دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ریختہ کے پندرہ

اشعار اور فخر الدولہ کے نام الفت کے خط بجا کہیں پتا نہیں ملیں نے

عسکری صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ

وہ اشعار اور خط اب اس نسخہ میں موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نسخہ

فروخت ہونے کے لئے آیا تھا یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور میں نے نقل

کر لی تھیں لیکن بعد میں یا تو فروخت کرنے والے نے وہ اوراق نکال لئے

یا جلد سازی کے وقت وہ اوراق خستہ حال اور بیکار کھجکا ضائع کر دیئے گئے۔

بہر کیف اس نسخہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تخلص کی

نسبت عسکری صاحب کا قیام صحیح تھا الفت نے کسی وقت میں غریب

تخلص کیا تھا۔ دو مقدموں میں لفظ غریب الفت کے ساتھ آیا ہے اسلئے

غریب تخلص کرنا امر یقیناً ثابت نہیں ہوتا جیسے

... کہ حال پر سدا دل غریب الفت

... غم یار غریب

دور ق پٹھا ہوا ہے اور الفاظ غائب ہیں ان کی جگہ نقطے دیدے گئے

درالشیوہ نمودیم آہ یار بگفت

غریب الفت ماخیر خواہ ہر فن بود

لیکن ایک خط کے ساتھ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے اس کے مقطع

میں غریب ہی تخلص کیا ہے اور انشاء غریب الفت ص ۲۹ میں ایک نظم ہے

جس کے آخری شعر میں 'غریب' بطور تخلص کہا ہے۔ یہ دونوں شعر ملاحظہ ہوں۔

در میاں خلوت د لہا غریب ہمنشینے نیست بہتر از کتاب

غریب از کار اینہا چند گوی اماں از کار این غولان غوی

راقم کا خیال ہے کہ مولف تاریخ شعراے بہار نے جس تذکرہ کو

دیکھ کر تخلص بجائے غریب کے غربت قیاس کیا اس میں لفظ غریب کے آخری

دو حروف کے نقطے نہ ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں تجنیس خطنی ہے نقطہ نہ

ہونے کی صورت میں غریب اور غربت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

راقم نے انشاء غریب اور دیوان الفت بہ نظر تحقیق دیکھا ہے

اسلئے ان کی کیفیت مختصر طور پر عرض کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں جس کی تقطیع ۸ پاج، ۷ پاج

کاغذ سیاروی ہے۔ انشا کی کتاب کے متعدد اوراق غائب ہیں اور دیوان

کا بیشتر حصہ آتش زدہ ہے بعض جگہ جوے اوراق پر دوسرا کاغذ چسپاں

کر دیا گیا ہے جس سے بہت سے مصرعے ناقص رہ گئے ہیں اس کے علاوہ کتاب

نے بھی بعض غزلیں ناقص چھوڑ دی ہیں اس مجموعہ میں اول رقعات ہیں

اور بعد میں دیوان ہے۔ کتاب نستعلیق میں لکھی گئی ہے لیکن بعض جگہ شکست

کی سہی کیفیت ہے۔ رقعات کی ترتیب مصنف نے اس طور پر کی ہے۔

۱، قسم نخستیں مشتمل بر عزرائض مرسل بنی بنت امرا یاں و بزراکاں فیاض زماں
(اول ورق سے ۲۹ ورق تک)

۲، قسم دویم بلحق ملاطفات شوق آیات مرقومہ بخلصان یک دل و یکجان
(... ورق ۳۰ سے ۵۲ تک)

۳، قسم سویم بمتفرقات مثل توصیف ہولی و مبارکباد شادی و عید و روزناماں وغیرہ
(ورق ۵۳ سے ۵۹ تک)

ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے

اے پرگہز نام تو درج مقالہا سرشار نطق از منہ حمدت لبابہا
دوسرے ورق پر یہ عبارت ہے۔ 'ایں نامہ نامی موسوم بانشائے الفت
غریب نمودہ شد' انشہویں ورق پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے۔

تمامی نسخہ انشائے غریب تصنیف منشی اجاگر چند صاحب کاسیٹہ ماکھ
موکلی (؟) بکینٹھ ہاشی بدست خام بندہ گمنام فقیر حقیر بہر اعلیٰ کے از
طلبہ جناب قبلہ و کعبہ جناب راجہ پیارے لعل صاحب مدظلہ العالی بتاریخ
ہست و یکم شہر ربیع الاول ۱۲۱۲ ہجری تمام شد۔

اس کے بعد پھر رقعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو سنہ ۸۸۸ ہجری
ختم ہوا ہے۔ پہلا ورق غایب ہے اسلئے مکتوب ایہہ کا نام معایم نہ ہو سکا
جو رقعہ سدرج ہے اس شعر سے شروع ہوا ہے۔

بہ غابہ جی ما! جی فتنہ قامت نکم پروردہ شور قیامت
چند سطروں کے بعد راجہ رام زراں کی کشتی کی تعریف میں مکتوب

مضمون ہے اس کے بعد نواب شوکت جنگ پسر صولت جنگ راجا کم پور نیہ کے
گھوڑے کی تعریف ہے۔ رقعات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت کے
تعلقات بہت وسیع تھے تمام مکتوبات امرا، حکام، مشاہیر شعرا، ادبا اور
ممتاز اشخاص کے نام ہیں جن کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور سماجی اہمیت مسلم
ہے۔ رقعات کی تعداد ۱۲۰ ہے جن میں مبارک باد سگہ سال ہشتم جلوس
مہارشاہ بادشاہ غازی حسب الاماراجارام نراین بھی ہے رسال ہشتم
۳۱۵ء ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت الفت ایک مشاق
انشا پرداز تھے) رقعات جو مختلف اشخاص کے نام ہیں ان میں دس رقعات
بنام راجارام نراین، چیس بنام بلاس رائے رنگیں، تین بنام لالہ بندان
خوشگو شاگرد سراج الدین علی خاں آرزو ایک بنام فصیح الشعر امیر محمد
علیم تحقیق، دو بنام میر محمد حسین خلیف میر محمد علیم تحقیق، ایک بنام راجا
کیرت سنگھ، دو بنام رائے اودے چند دیوان نواب سراج الدولہ ایک
از زبان مولوی محمد حسن بنام نواب ہیبت جنگ، ایک بنام رائے بالکنڈور
اوسہ راجا کیرت سنگھ، ایک بنام شیخ علی حزیں، ایک بنام میر اشرف
ایک بنام راجا دھیرج نراین، دو بنام لالہ مول راج عزت رکہ بہ تقریب
گیا از شاہجہاں آباد رسید) ان کے علاوہ اور خطوط بھی معزز اور سربراہوں
اشخاص کے نام ہیں محض طوالت کے خوف سے اس جگہ ان کا ذکر نہ کیا گیا۔
الفت نے اپنے استاد تحقیق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا
اور سفینہ خوشگو میں درج کرنے کے لئے بنہ ابن خوشگو کو بھیجا تھا اس کا
ذکر ایک خط میں موجود ہے جو مجسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

”بخدمت نخل ہند بوستانِ نکتہ دانی چشم و چراغ معانی میر

محمد حسین صاحب خلف الصدق قبلہ ارباب تدقیق میر محمد علیم صاحب
تحقیق البلاغ یافت۔“

”میر صاحب قدر دان رسوخیت کیشان سلامت۔“

”اشعار انتحالی دیوان میر صاحب و قبائے رحمت اللہ خدمتگار

سرکار رسانید انشاء اللہ تعالیٰ لالہ خوشگو صاحب سلمہ المنان
داخل تذکرۃ الشعرا ناکمید و احوال ہم حسب الارقام عالی بشرح
و بسط قلمی فرمایند قطعہ تاریخ وصال میر صاحب منقولہ کہ طرح

کردہ احقر بود ارمال بسای خدمت نمود از نظر معالی منظر
خواہد گزشت۔“

آن میرِ علیم رمز معنی جا کرد	در خلوتِ عرش فوقِ چرخِ ارزق
اقتاد ستونِ کاغذِ فطرتِ نسوس	شد گلشنِ تحقیقِ خرد بے رونق
در ماتم او کرد سخن جامہ سیاہ	چوں گر بہ نمود خامہ از دیدہ شوق
در خونِ جگر دلِ سیہ پوش زِ علم	زد غوطہ چو داغِ لالہ در رنگِ شفق
تاریخِ وفات او بالفت ہالفت	فرمود کہ تحقیق شدہ و اصل حوتا

۱۱۶۱

قطعہ کے دوسرے شعر میں فطرت سے مرزا معزز موسوی فطرت
مرا وہیں جو تحقیق کے استاد اور مشہور و معروف اہل زبان شاعر و استاد
فن تھے گیارہویں صدی ہجری کے اخیر میں اور رنگ زیب نے ان کو عظیم آباد کا
شاہی دیوان مقرر کیا تھا۔

دیوان الفت

دیوان الفت ۸۳۱ صفحات پر خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔
 بہت سی غزلیں کاتب نے ناتمام چھوڑ دی ہیں اور اکثر اوراق آتش زدہ
 ہیں۔ اول صفحہ پر یہ عبارت ہے۔

”دیوان منشی اجاگر چند بکینٹھ باشی تخلص بہ الفت ابن لالہ مہابلی
 سرگ باشی جہاوری راجا پیارے لعل الفتی تخلص مدظلہ العالی“
 قبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام ہیرا لعل بتایا
 ہے، الفتی کے بیٹے کنور ہیرا لعل رشمیرا تھے غالباً وہی اس مجموعہ کے
 کاتب ہیں۔

نمونہ کلام

الفت نے جو غزل شیخ علی حزیں کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی تھی
 اسی کو بطور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں حزیں کی
 شاعر دی کا بھی اعتراف ہے۔

من از درد جدائی خاطر اندوگنیں ارم	کہ دشمن ز لب بچوں لب خود دریں ارم
تسلل تا ابد تار سر شکم را شود لازم	نظر از بسکہ ہر نہ نجیر زلف عنبریں دارم
بجائے تارم در سینہ سرو تازی روید	ز بس زدن خیالی قامت آن نازنین ارم
تھاں آفتادہ چوں من ز عالم برنماییزد	بسان نقش پا در کوی او سر ز میں ارم
دلہ از بستگی ہا نقد نمت در گره دارد	نہ بچو سا کل او عقدہ در خاطر ز کیں ارم
بہفت اقلہ گرد نام کفر عشق اورش	کہ اسم آن صنم نام خدا نقش نگین دارم
ہوام آورد زکش عباد من آسمان نما باشد	دل دیوانہ آن چشم وحشت آفریں دارم

مبادا سیل اشک دیدہ از سرگز دیارب
 ز راہ کو چہ آن شوخ گرنے بر حین دارم
 بنویج غمزه غازیگر نکالے گشتہ مہانم
 چہ ساز منڈ راویار بندل انم ندیں رام
 ز سرگز یہ بحر ان رخسار رخ چہ می پر سیا
 صد آتش بارہ بخت جگر راستیں دارم
 ترا ز رنگتہ ہائے آیدار ز تھامہ ام الفت
 کہ بداعت نظر یہ فیض استا و حیریں دارم

نمونہ کلام رنجیت

رنجیت میں الفت کو ایک غزالیہ دستیاب ہو جاتی ہے جس کو عسکری صاحب
 نے اپنے مقالہ میں درج کیا تھا وہاں اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

فلوت نشین غم کو تماشایں کام کیا
 دیوانہ بخت ہے اختیار کون
 مسیت مئے المست کہ ہے تشنہ و گر
 آیا و پاو ملک قناعت و مرد و ما
 جس کو ہے نہ ور بخت باز ہے مرد و ما
 آزا کہ بہت قفل نمونہ بر لب لب
 مہاسب سخن سوں صحبت بازل
 پروردہ آفتاب بخت کو روز حشر
 جس کو ہے دلش بدست و آتش نام دل
 ایسا سناخ دل کہ کعبہ اختیار سوں
 جس کو ہے ہوا کی لاکھار میں ہے
 ترک جو و دامن بخت کہ ایستدا
 جائے کہ بوریہ بے نشینان قدم نمد
 حاکم سادہ دیش ... شاہ ملک دل

مخمر جام عشق کو تماشایں کام کیا
 حکیمت جال بخت و آفتابیں کام کیا
 جام شراب کعبہ دینا میں کام کیا
 ویرانہ خرابی دینا میں کام کیا
 ارب پیر و خانہ بابا میں کام کیا
 جوان و پیرے ... گوئی کام کیا
 ... و تہہ کبہ میں کام کیا
 بے نیو و مدار دلہ بی میں کام کیا
 نیریں ز تقویح لالہ میں کام کیا
 سوداے عشق و بے رہ سوں میں کام کیا
 ناز طبیعت ناز میں واسوں میں کام کیا
 بے سناہ بے صحبت ملا میں کام کیا
 فریق سمور و بستر بیاس میں کام کیا
 ملک شہ سکندر و دارا میں کام کیا

یاد بخریب ملک معافی کورہ نما شکل مہیب صورت یا سین کا کیا

انشائے غریب اور دیوان الفت میں دو ایسی چیزیں بھی پائی گئیں جن کو بیٹا ہر الفت سے کوئی تعلق نہیں انشاءے غریب کے سفر اول پر مرزا جلال الدین محمد کی لکھی ہوئی ایک رسد مبلغ پچاس روپیہ کی ایک انگریز حاکم کے نام سے ہے جس میں ۱۳ جنوری ۱۸۳۲ء کا تاریخ بھی درج ہے اور دیوان کے ایک صفحہ پر سمبھوڑت رفتی شاگرد الفتی کا کہا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے اس کی کیفیت رفتی کے حالات میں درج کی جائیگی۔

۳) موزوں مہاراجا رام ٹرانٹاٹ ناظم صوبہ بہار۔ فارسی کے صاحب دیوان اور خوشگو شاعر تھے۔ شیخ علی حزیں دستوفی اللہ کے شاگردوں میں تھے۔ موزوں کا مطبوعہ دیوان جو ۱۸۴۲ء صفحوں کو محیط ہے راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط کا ایک مجموعہ موسوم بہ دستور انشاء بھی ان کے دارت رائے متھرا پر شاد صاحب کے پاس ہے جس میں سیکڑوں مکتوبات ہیں جو اس خود کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں یہ بھی راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور عہد حکومت کو صوبہ بہار کے تاریخی اور انقلابی دور سے تعلق ہے اسلئے صوبہ بہار کی تمام تاریخوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں اسلئے ضروری حالات مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

ان کے والد دیوان رنگ لال کاستھ سری باستو ساکن موضع کشن پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار، نواب علی وردی خاں مہابت سنگ

ناظم بنگال، بہار و اڑیسہ کے معتمد دیوان تھے۔ لالہ جانی رام نائب صوبہ بہار کے مرنے پر ۱۷۵۲ء میں مہابت جنگ نے راجا رام نرائن کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ کے عہد تک انہوں نے صوبہ داری کا انتظام و فاداری کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد میر جعفر کی نفاذت کے دور میں انہوں نے زمانہ سازی اور ظاہر داری سے کام لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ عالی گوہر جو بعد کو شاہ عالم ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، بہار و بنگالہ پر قبضہ کرنے کے قصد سے صوبہ بہار چلا آیا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا اور میر جعفر اور انگریزوں کے ارادہ کا حال معلوم نہ تھا۔ رام نرائن نے مرعوب ہو کر اپنے مصاحب محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی مع عرض داشت شاہزادہ کے پاس بھیجی اور عارضی کا قصد کیا اور محمد قلی خاں کو اپنا طرفدار بنا کر شاہزادہ کے پاس حاضر ہوا اس وقت غلام حسین خاں اور مولف سیر المتاخرین نے قنبہ کیا کہ رام نرائن عیار ہے اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہئے لیکن ان کے والد نواب ہدایت علی خاں نے کہا کہ شاہان مغلیہ نے کبھی کسی کے ساتھ دغا نہیں کیا ہے اور محمد قلی خاں کو یہ زعم تھا کہ ان کی نلووار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔ شاہزادہ کیلوار ہی کے قریب خمیر زن ہوا تھا اسی جگہ راجا رام نرائن بھی حاضر ہوا۔ رسوم و رواج کے مطابق وہ آداب و کورنشات بحال نے پیش جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ رنگ و نقا چہرہ اور اس لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت ریشم و جیوڑے مع کلغی جو شاہزادوں کے لئے مخصوص تھا، حاصل کیا لیکن شاہزادہ کے ساز و سامان کو اپنے گمان سے کم دیکھا۔

دل میں پشیمان ہوا اور کھانے کا حیدہ کر کے گھر واپس آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی شاہزادہ نے قلعہ عظیم آباد کے قریب کر قیام کیا۔ اس وقت تک رام نرائن ظاہر امداد رات کرتا رہا۔ میر جعفر کو خبر ہو چکی تو اول شاہزادہ کو کچھ روپے دیکر جنگ سے باز رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا تو کلاپو کے مشورہ سے کرنل کیلاڈ اور میرن کو فوج لیکر روانہ کیا اس کی خبر پاتے ہی رام نرائن نے تیور بدن دئے ٹھہر قلی خاں کے عملوں کو جو صوبہ کا حساب دیکھنے آئے تھے یہ کہہ کر کھلوادیا کہ آپ کیا سمجھ کر حکم کرتے ہیں۔ میں ناظم جنگالہ کا ماتحت ہوں آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا تھا برسم ہمایوں داری کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی شاہزادہ نے تیسیر عظیم آباد کا حکم دیا قریب کھاکہ قلعہ مفتوح ہو جائے لیکن اچانک ٹھہر قلی خاں کو اطلاع ہو چکی کہ شاہجہاں شاہی اس کی خدیت میں قلعہ آباد پر قبضہ کیا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ ادھر روانہ ہو گیا اور شاہزادہ کو جنگ منوایا کر لیا۔ اس کے بعد ہی عالمگیر شاہی نے انتقال کیا اور شاہزادہ بادشاہ ہوا۔ شاہجہاں شاہی کا منکار خاں ملتان اور بعض زمینداروں کو ساتھ لیکر بادشاہ نے رام نرائن اور انگریزی فوج کے خلاف جنگ کیے شکست دے کر اسی جنگ میں کالنگا خاں نے رام نرائن کو نیرے سے سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دانست میں مار ڈالا تھا لیکن اس نے تھکے ہوئے جگہ کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اس سال کو وہ سرخا جنگ میں انگریزی فوج نے شاہی فوج کو شکست دے کر اس کا رام نرائن اور شتاب رائے نے بھی حتماً المقتدرہ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

شاہجہاں شاہی میں انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو مستبد

نظامت پر بھاریا، میر قاسم نے رام نرائن سے صوبہ کے محاصل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن نے حیلہ حوالہ کیا اور انگریزی فوج کے انیسروں سے خفیہ میر قاسم کی شکایتیں شروع کیں اور ان کو یقین دلایا کہ میر قاسم انگریزوں پر چھاپا مارنے کا قصد رکھتا ہے۔ جنرل کوٹ نے اس کا یقین کر کے اچانک میر قاسم کی حرکت کا پردہ ادا کیا تو میر قاسم کو خواب راحت میں پایا اور اس پر رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھایا۔ کلکتہ میں کونسل کو منسوم ہوا تو اس نے جنرل کو واپس بلا لیا اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے مسامحہ میں تم کو انتخاب ہے۔ میر قاسم نے حساب طلب کر کے دیکھا تو شاید بعض خیانتوں کا پتا چلا۔ رام نرائن نے سرشتہ کا محاسبہ کم کرنے کی غرض سے بعض مفردوں کو روپوش کر دیا لیکن میر قاسم نے رام نرائن کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور ٹھیکہ اسی قیمت کی جنس برآمد کی۔ باقی رقم جو دوسروں کے پاس جمعہ پائی گئی تھی اس کا پتہ ملا۔ میر قاسم نے رام نرائن کی جگہ پر راجا نوبت رائے کو سزا دیا۔

۱۸۶۳ء میں بہر قاسم کی انگریزوں سے ان بن ہوئی اور جنگ کی نوبت پہنچی اس وقت جنگ سمجھ، سروپ چند، راج بلوچ، فتح سنگ، بیاد سنگ، جو انگریزوں سے شہید ہوئے تھے اور ان میں سے بعضوں نے بہر قاسم کے خلاف انگریزوں کو خطوط پیش کیے تھے اور انکے میر قاسم کی قبا میں تھے۔ ان کے گئے اور اس کے بعد ہی قصبہ بارہھ کے قریب راجا نوبت رائے کے پاس پہنچے۔ انگریزوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ان کی حالتیں دیکھ کر ان کو قتل کر دیا۔ ان کی لاشیں حالات میں تھیں۔

۱۹۱۳ء میں لکھے ہیں۔

مشہور صاحب، دیوان شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا ذکر اکثر

تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ تذکرہ
عمرہ منتخبہ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور سخن شعر مولفہ نسائی
میں بھی ان کا ذکر راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ ان کے فارسی کلام کا نمونہ
ان کے دیوان سے اور اردو اشعار جو تذکروں میں پائے گئے اس جگہ پیش
کئے جاتے ہیں۔ ان کو بہت کم کہتے تھے لکن ان کے صرف چند اشعار ان کی طرف
منسوب ہیں۔

فارسی

روشن بود بہنرم خموشی بیان ما	چوں شمع سوخت نالہ ماہر زبان ما
خوں در جگر نماند و خدنگے تو می رسد	حیف است این کشتہ رود میہان ما
عمرے ست برسگان دست قف کرد پالم	در قسمت ہما بود استخوان ما
از بخت نارسا ز سدا تا بگوشش یار	موزوں پر است گر چہ جہاں ز فغان ما
دی شب کہ کار بس دل آہ و نالہ بود	خون جگر بہ مردم چشم حوالہ بود
گر چہ بروے تو چوں آئینہ حیراں گشتم	لیک از غلغلی خش رشک گشتاں گشتم
در چینی فصل کہ ہر خار چہن گل گردید	بخت بد میں کہ من از نالہ سرا یاں گشتم
تا سخن ہائے من از فیض خریں موزوں شد	بغزل شہرہ و محسود ہزاراں گشتم
دل خواستم کہ اشک تا شا شود نشد	امید قطرہ بود کہ دریا شود نشد
گم گشت دل بکوے تو از دست بخودی	ہر چند خواستم کہ پیدا شود نشد
دیگر کجا ست چشم ز بیگانگاں مرا	یک لحظہ خواستم دل از ما شود نشد
موزوں تمام عمر درین آرزو گذشت	کارام قسمت دل شیدا شود نشد
تا کرد سوز عشق بجانم سراپتے	چوں شمع نیست گریہ مارا نہایتے

موزوں بسوئے میگدہ ہر گد کہ میڑم از ماست التجاوز ساقی عنایتے
رباعی

مے نوش کہ عمر جاودانی این سست خوشتر بہ ہزار کا مرانی این سست
ہنگام گل است درئے یاریں سست خوش باش دے کہ زندگانی این سست

ریختہ

۱) بھولی نہیں سے مجکو تہوں کی ادائیگی
۲) کچھ گرائی نہیں مجا وہ ستمکار کے ساتھ
۳) ابر ہو گا تو خجالت سستی پانی پانی
دل کے نگین پہ نقش ہے نام خدا مہنوز
دل کھیل چو ہی پڑا اشک سب بار کے ساتھ
مت مقابل ہو کے دیدہ تو ہمارے ساتھ

شعر نمبر ۲ چمنستان شعر میں بھی موجود ہے اور شعر نمبر ۲ تذکرہ نگار
ابراہیم میں پایا جاتا ہے اور غالباً اسی سے تاریخ شعر اے بہار میں نقل کیا گیا ہے۔
مشہور ہے کہ سراج الدولہ کے مقتول ہونے کی خبر کو سنکر موزوں نے
فی البدیہہ مندرجہ ذیل شعر موزوں کیا تھا جس کو میر حسن نے بھی اپنے تذکرہ
میں درج کیا ہے

غزالان تم تو واقف ہو کہو مجھوں کے مرنے کی
دو نامر گیا آخر کو ویرانی پہ کیا گزری

راجا رام نرائین نے اردو کے کچھ اور شعر بھی بعض موقعوں پر لکھے
تھے بعض لوگوں نے ان کو خود موزوں کے اشعار ہونے کا گمان کیا ہے لیکن
اس کا کوئی ثبوت نہیں اور راقم کے خیال میں دوسروں کے اشعار تھے جن کو
انہوں نے بر محل پڑھا تھا۔

④ خاکستر تخلص اور نشی سب سکھ نام، برادر راجا رام نرائین موزوں

عظیم آبادی قوم کا بیٹھ سہریا باستو۔ محمد فقیہ درو مند کے شاگرد تھے جو حضرت
منظہر جان جاناں کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تذکروں میں خاکسز کا صرف
یہی ایک فارسی شعر پایا گیا جو بطور نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔

بہار کرد گل عارض عرقش
نگہ بچشم تماشا ز شوق بر نریاست

۵ رنگیں نشی بلاں راے خلف را جانان راے دیوان مدار المہام
پسر محمد علی رو بیاد متوطن خظیم آباد قوم کا بیٹھ سہریا باستو۔ راجا رام نراین
موزوں کے۔ فقیر تھے۔ اجاگر چند آفت کے خطوط ان کے نام بھی پائے
جاتے ہیں جس کا ذکر آفت کے حالات میں گزر چکا ہے۔ تاریخ شعراے بہار
کے مطابق سن ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ان کا ایک شعر ریختہ میں
لاوا یہ ہے۔

اس مصیبت میں جو تو گھر سے نکلا جو مجھے
یہ تو بلا میں کھلا جائے کہ مہر آخر شب
فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

ازد ختر زہ شیخ بفر سنگا گریز و
عشورا از دل سینہ پر از آبلہ دارد
میر حسن کے تذکرہ میں رنگیں کے اسی قدر حالات ہیں جو اوپر مذکور
ہوئے اور اردو کا وہی ایک شعر پایا جاتا ہے جو مذکور ہوا۔

۶ مسکین لالہ بخت مل متوطن عظیم آباد۔ تاریخ شعراے بہار کے
مطابق سن ۱۱۹۰ھ تک زندہ تھے مضمون آفرینی اور پرگوئی میں مشہور تھے۔
ان کا ایک شعر یہ ہے۔

روے زمیں پہ جتنے بے یادتق ہیں اپنے کھرتے وے آدمی نہیں ہیں مانی کی موتیں ہیں
تذکرہ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے کہ اکھنوں نے اشعار بہت کہے لیکن

تخسین سے محروم رہے اس تذکرہ میں کبھی ان کا بھی ایک شعر ہے۔

④ بہادر تخلص اور راجا بیجا بہادر تام۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم
ثانی کے عہد میں صوبہ بہار کے راجاؤں اور ناظم بہار کے معتمدوں میں تھے۔
تذکرہ عمدہ منتخبہ مولفہ اعظم الدولہ سرور نمبر ۶۱ ۳۶ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری
مدن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

”بہادر تخلص راجہ بیجا بہادر از راجگان صوبہ بہار است از دست

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی ہمارے جامہ کہنہ میں سے کی بونہ گئی

تذکرہ سخن شعرا میں بھی ان کا یہی ایک شعر پایا جاتا ہے، کنوڑ حسونت

سنگ پر و آنہ نہیں کے بیٹے تھے۔

⑤ ذوق منشی آسار ام ساکن عظیم آباد شاگرد میرزا آقاسی میرانشیر

کے رفیق تھے تذکرہ شورش عظیم آبادی میں ان کا اعلیٰ قدر حال اور یہ اشعار

ہیں۔

وہ نظر مچو جب نہیں آتا کچھ نظر ہو گیا تو نہیں آتا

دل جانتا ہے تیرے ہوا خواہ کا لہجہ شعرا کو پارہ رس جو کچھ تھا تو اب تھا

ذوق کے مرنے کا افسوس نہیں کچھوں کو غم کہاں تھا تو اب نہیں آتا

درد دل کہنے نہ ہے آج بھی بیچنے پر نہیں آتا

لے عمد لیب سے کہہ کس کا ہوا پیالہ لالہ کرنا لہجہ انہوں پر دست اور

میر اشرف سے نالبا میر اشرف کشمیری پس میر اشرف کشمیری مراد ہیں

جن کا مزار اور انہیں کی بٹوائی ہوئی مسجد محلہ چوک شکار پور میں موجود ہے۔

مزار اور مسجد میں کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سیر المتاخرین میں بھی ان کا ذکر ہے۔

⑨ عاشق مہاراجا کلیان سنگھ المحاطب بہ انتظام الملک ممتازانہ

نہور جنگ قوم کا دستہ سر باستو خلف ممتاز الملک مہاراجا شتاب رائے

بہادر منصور جنگ ۱۱۶۵ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸۷ھ میں

شتاب رائے کے مرنے پر یہ اپنے باپ کے خطابات سے محاطب اور پچاس ہزار

روپے سالانہ تنخواہ پر ان کی جگہ پر نایب دیوان صوبہ بہار مقرر ہوئے۔

۱۷۸۱ء میں مہاراجا کلیان سنگھ اور راجا خیالی رام نے ملکر انتہیں لاکھ

اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر انگریزوں سے صوبہ بہار کا تہمد

لکھوایا تھا۔ انگریزوں کو اس کے قبل تک اٹھائیس لاکھ سے زیادہ مالگذاری

وصول نہ ہوئی تھی اسلئے یہ ٹھیکہ منظور کر لیا لیکن بعض وجوہ سے علاقوں کا

خاطر خواہ بند و لبت نہ ہو سکا۔ دوسرے سال انگریزوں نے مالگذاری کی

رقم کسی طرح کلیان سنگھ سے وصول کی لیکن اس سے کلیان سنگھ کی مالی

حالت اچھی نہ رہی۔ ثیابت کا تعلق بھی نہ رہا تھا اس لئے پریشان ہو کر کلیان

سنگھ نے عظیم آباد کو چھوڑ کر کلکتہ میں قیام کیا۔ مدت دو اڑتک وہاں رہنے

کے بعد ۱۲۱۵ھ فصلی میں یہ پھر عظیم آباد آئے تو انہوں نے اپنے سکانات اور

باغ کو دیران پایا اور اہل شہر کے التفات میں بھی کمی محسوس کی اسلئے باقی پور

جا کر انگریزی حکام کی کوٹھیوں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ بالآخر ۱۲۲۷ھ

میں یا اس کے بعد انتقال کیا۔

کلیان سنگھ اپنے باپ کی طرح شعر اور ادیبوں کے قدردان

ہونے کے علاوہ بذات خود تواریخ شاعری اور ادب میں کافی دستگاہ رکھنے
تھے شوقی تریبا، حبیب السیر مدح ایہہ اطہار اور اس کے علاوہ خلاصتہ
التواریخ اور واردات قاسمی یادگار چھوڑیں یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں
تاریخی کتب انہوں نے مسٹر ابراہیم والیڈ کی فرمائش سے لکھی تھیں ان کتابوں
کو انہوں نے ۱۹۲۷ء میں تمام کیا اس وقت ان کی بصارت بھی جاتی رہی تھی
چنانچہ خود لکھا ہے کہ جو کچھ لکھواتا ہوں حافظہ کے بھروسے پر لکھواتا ہوں خود
مسودات کو پڑھنے سے معذور ہوں۔ خلاصتہ التواریخ کا انگریزی ترجمہ
نواب سرفراز حسین خاں مرحوم نے اب سے کوئی تیس برس قبل کیا تھا جس کو
ریسرچ اسٹیوٹ نے چھپوایا تھا اور واردات قاسمی کا ذکر بھی بعض انگریزی
تاریخ میں انگریزوں نے کیا ہے۔ یہ اپنے باپ کی طرح صاحب تدبیر نہ تھے لیکن
علمی صلاحیت و لیاقت میں اپنے مماثل واقران سے کسی طرح کم نہ تھے ناز و نعم
میں پرورش پانے کے سبب عیش پسند تھے۔ شعرا کے اکثر تذکروں میں ان کا
ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

فارسی

نالان ز غم فرقت مہ پارہ نوشتم
با حسن پریزاوندارم سروکاسے
ادارہ دست از دل آوارہ نوشتم
در آئینہ مشغول بہ نظارہ نوشتم
ساقی نبود حاجت من بامے نابت
بخود زنگاہ بت میخوارہ نوشتم

ریختہ

چایا ہے جگر نے حشر کا سا شور پہلو میں مگر دیکھا ہے یہ حال دل زنجور پہلو میں
ان کی سیاسی زندگی کے واقعات راقم نے تاریخ مکہ میں لکھے ہیں۔

۱۰ گریباں بھوانی سنگہ بہادر عرف راجا کنور بہار راہ شتاب رائے
کے بیٹے تھے مرزا محمد علی فدوی عرف مرزا بھجیو سے اصلاح سخن لینے گئے۔

تذکرہ میں ان کا صرف یہی شعر ملا۔

دل ہی نہیں ملے ہے بے گناہ نشانِ داغ ہر تازے سے ڈھونڈتا ہوں گردن کیا بیانِ داغ

۱۱ رشیم منشی گرسہاے لال ولد منشی نور نراین لال ساکن ندرہ ضلع گیا
فارسی و عربی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں شیخ ناسخ لکھنوی
کے شاگرد تھے۔ ان کا اردو کلام دستیاب نہ ہوا فارسی کا ایک شعر تاریخ
شعراے بہار سے نقل کیا جاتا ہے۔

دہ چمن ورا اگر ایں عقدہ کیسو گردد غنچہ غنچہ گرہ نافہ آہو گردد

۱۲ دل منشی بی بی پرشاد خلف منشی دی بی پرشاد قوم کالیستہ ساکن
عظیم آباد شاگردِ راسخ عظیم آبادی ان کا حال اور یہ شعر ایک بیاض میں
پایا گیا جو مولف تاریخ شعراے بہار کو کسی نے دی تھی۔

پردہ اٹھا کے تو نے ادھر کو گزر کیا عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا
جی چاہتا ہے بولے ہرگز نہ یار سے پر بس نہیں چلے ہے دل بقیار سے

۱۳ لالہ حیون رام ولد لالہ کرپا رام کالیستہ سری باستو
ساکن موضع شیو دھا پرگنہ ترسٹھ (دھوبہ بہار) ان کے حالات کتاب
آئینہ ترمذی صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۲۵۶ میں مذکور ہیں وہی اس مقام
پر نقل کئے جاتے ہیں۔

”شرف و نجیب عالی خاندان صاحب علم و صاحب تصنیف و رئیس
دصاحب معاش تھے۔ علوم عربی و فارسی میں شہرہ آفاق تھے۔ راجا مادھو

129955

سنگ بہادر در کھنکا (۱۸۳۳ء فصلی تا ۱۲۱۵ء فصلی موافق ۱۸۰۵ء تا ۱۸۰۶ء) کے دیوان تھے۔ شروع تملکداری میں سرکار انکلتشیہ کی جب رقم دستورات و نامکار وغیرہ ہمارا جامادھو سنگہ کا ضبط ہو گیا تھا اس وقت دیوان جی موموون نے بڑی کوشش و پیروتنی کر کے ان رقومات کو واکذاشت کروایا اس کے بعد میں موموون پر پور پور پر گنہ بھر دیا۔ ہمارا جامادھو سنگہ بہادر نے عطا کیا۔ وارثوں سے ان کے بالفعل (یعنی ۱۲۹۷ھ) جانکی بھو سنگہ و جد و بھو سنگہ موجود ہیں اس وقت زمانہ ان سبھوں کا ناواقف ہے۔

دیوان جی صاحب اشعار فارسی بھی کہتے تھے تحقیق تخلص کرتے تھے منشی ادھالال چچا حقیقی راقم تاریخ ہزارہینی منشی بہاری لال فطرت کی اول شادی اس خاندان میں لڑکی سے بایکشن بھی، ولد بابو رام بھو میرہ دیوان جی رام کے ہوئی تھی وہ لڑکی دیوان رام ناھتہ سورج پور کی نواسی تھی دیوان جی موموون کا ایک شعر راقم کو یاد ہے لکھا جاتا ہے۔

ہر نعل پختہ شود خام کہ در خانہ باند
چوں پلاذکر کہ دگر سال نہاید در تلخ
اقسوس ہے کہ تحقیق کا اور کلام دستیاب نہ ہوا اور ان کی تصنیفوں کا بھی پتہ نہ ملا نہیں ہے کہ ملاسنی و جستجو سے ان کے موجودہ ورثا کا قائل سکے اور کلام دتھما نیت بھی دستیاب ہو سکیں۔ اجاگر چند آلات کے رقعات میں ایک رتہ لالہ بیون رام کے نام بھی نظر سے گذرا ہے۔

(۱۲) راجا تخلص اور راجا بہادر نام خلف ہمارا جاستاب داس۔
اشرف علی خاں سخاں متوفی ۱۷۵۷ء کے شاگرد تھے تذکرہ عمدہ غنیمت مولف
سرور مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرا بہار

میں ان کا ذکر موجود ہے نمونہ کلام یہی ایک شعر پایا گیا۔

یہ زخم دل ہوائے مرہم تلک نہ پونچے ہم ان تلک نہ پونچے وہ ہم تلک نہ پونچے

(۱۵) بیدار منشی بسا دن لعل تلمیذ حضرت منظر جان جاناں عظیم آباد

میں وطن اختیار کیا تھا غصہ دراز تک یہاں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

تذکرہ سورش عظیم آبادی اور تذکرہ عشقی عظیم آبادی دونوں میں ان کا

ذکر ہے اور کارسن دتاسی نے بھی اپنے تذکرہ رزبان فرنج میں ذکر کیا ہے۔

ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ریختہ کا نمونہ یہ ہے۔

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

کے تحت جگر یوں نسووں کے ساتھ جاتے ہیں کہ جو پھولوں کی پلھری لیکے پانی میں بہاتے ہیں

(۱۶) فرحت لاناہ رام چند ساکن محلہ عالم گنج شہر عظیم آباد فارسی کے پرگو

اور باکمال شاعر تھے ان کے مختصر حالات مرے پاس موجود تھے لیکن حسن

اتفاق سے مرے کرم فرما مولانا عبد الرشید فوقانی ابن مرحوم علامہ شوق

نیوی نے فرحت کی تصانیف کی مفصل کیفیت اپنی ذاتی واقفیت اور

علامہ شوق کی تحریر کے حوالہ کے ساتھ محض ادبی ذوق کے تقاضے سے اس

تذکرہ کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ لہذا راقم شکر یہ کے ساتھ اس کو درج کرنا

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "فرحت نے دیوان کے علاوہ دو دفتر میں شوق بھی

لکھی ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا

پرانا قلمی نسخہ علامہ شوق نیوی مرحوم کے کتب خانہ میں محفوظ تھا اب میں

محمد عبد الرشید فوقانی ولد شوق نیوی نے خدابخش خاں مرحوم (بانکی پور پٹنہ)

کے کتب خانہ میں داخل کر دیا ہے۔ جناب شوق نیوی مرحوم کتاب یادگار وطن

صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں۔ کتب شاہکاں یہ نایاب ثنوی المہ رام حید متخلص بہ
 فرحت ساکن عالم کتب کی تصنیفات سے ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی نوخاری
 میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا فلپی نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد
 مرحوم کے ہاتھ لکھا تھا اس کا دوسرا دفتر موسوم بہ کتب باد آورد اسی شاعر کا
 کہا ہوا حسن اتفاق سے مجھ کو مل گیا جس میں حاتم طائی کے وہ قصے ہیں جو آج تک
 نہ فارسی میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں نہ اردو میں یہ دونوں دفتر تیرے
 کتب خانہ میں موجود ہیں جن کو بوجہ نایابی و حب وطنی راقم نہایت عزیز رکھتا
 ہے۔ مصنف نے دونوں دفتر میں چاروں دفتر کو ذوالبقرین میں لکھا ہے اور
 دفتر اول میں حضرت مخدوم شیخ سوری علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبقرین اور
 سہ بھرعی اور پہاڑ بھرعی اشعار میں لکھی ہے چنانچہ چھار بھرعی اشعار ہیں
 سے ایک شعر یہ ہے۔

قطرہ از جود تو جود کثیر ذرہ از خوے تو مہر منیر

اس دفتر کو مصنف نے ۱۱۸۰ھ میں تمام کیا ہے۔ اس کی

تاریخ کس خوبی کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

سال انامش چو دل از عقل خواست کرد دو انگشت خم دیگر دو راست

یعنی دو انگلیوں کو دو بار خم کرنے سے دو آٹھ کی شکل یعنی ۶۰ پیدا ہوتے

ہیں اور دو انگلیاں سیدھی کرنے سے دو الف کے مانند گیارہ ہوتے ہیں

اس طور سے ۱۱۸۰ھ نکلتا ہے۔ یہ دونوں ثنویاں ایسی کمیاب اور

غیر مشہور ہیں کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں

تمام شدہ اہم شوق نیموی مرحوم

اس کے بعد فوقانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دفتر اول کے آخر میں

یہ مضمون ہے۔

حاکم نامہ من تصنیف لالہ رام چند متوطن محلہ عالم گنج بوقت
دوپہر روز چہار شنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ جلوس والا نالہ شاہ بادشاہ
غازی خلد اسد ملکہ و حشمتہ اب ہم دفتر اولیٰ موسوم بہ گنج شایگان اور
اور دفتر دوم مسما بہ گنج باد اور د کے چند اشعار مختلف مقامات سے انتخاب
کر کے ہدیہ ناظرین قارئین کرتے ہیں اشعار حمد و نعت دفتر دوم مسما بہ گنج باد اور
مصرف بہ حاکم نامہ بہ صنعت و بحرین۔

طوطا طوطا طوطا ہمہ شکر شکن	اے کہ شد از فیض تو اندر سخن
کے شود از بندہ نامہ از ساند	شکر تو ان خالق بندہ تو از
پر شکر از شکر تو گر زد دہن	گر دے از شکر تو را نم سخن
احمد مرسل سیر ہر انبیا	از کرم آو۔ دہ از ہر ما
باز بر آں ایہ رحمت سلام	از سر صدق از من عامی ہدایم
دم بدم از اطلعت تو خواہ چنان	فرحت دل خستہ شیرین بیان
گو بہ پیش آدیز ہ ہر گیش باد	خاطر من از شوق تو در جوش باد
اشعار خاتمہ کتاب دفتر دوم و اشعار در مدح سہ قریب ال صبا	

بہادر۔

کرد در ریزی بسے در دامتاز	شکر ایزد خامہ گو ہر نشان
لیک در افشا ند در انظر دری	زہ رقم گر چہ نسانہ سر سہری
شد مرتب غنیمت یار چار ماہ	با وجود شغل چندین کار گاہ

بہر نامش دامنم غور تمام
 چون صفات داور والا ہم
 مشرف نیدل فرخندہ شان
 صاحب کز خوان احسانش مدام
 مجھے در دفتر اول قلم
 خاتمہ ہم فرحت از زیب تمام
 ہست امید از خدای ذوالکرام
 شعر دویم دفتر میں علم گنج
 در نشاں بے رنج میجو کا ز گنج
 نیز شعر بر دو دفتر در شمار
 سال انگریزی سے فرخندہ فال
 نسبت ہندی شناسی سال خوش
 سال ہجری گشت روشن بیجو ہم
 شمار دفتر اول بھی بہ گنج

عشق کردش گنج باد آورونام
 کاین جو دو منبع فضل و کرم
 کز عطا سے دست پروریا و کمال
 خلق را چون تہریہ زر بہت جام
 ساخت بر صفحہات زرافشان رقم
 یافت در تسبیح حسن ارتسام
 تا شود مقبول شمع خالص و عام
 دو عدد در ہدم برابر چار پیچ
 ۵۵۵ پیچ ہزار و پانصد و پنجاہ و پنج
 یکصد و ست و سہا دو در ہاتھ ہزار
 یک ہزار و ہشت ہند آواز سال
 یک ہزار و ہشت ہند پنجاہ و شش ہفتی
 ۱۲۱۱ یک ہزار و دو صد و بیس چار و دوہ
 شمار دیکھا کہ در تمام کتاب و بیان اول

مصنف دور و مصنف شہ ظہیر زیاد و اولیٰ شاہ

- ۱ انگریزی مجموعہ کتابیں کلام
- ۲ خوانمیش گلدستہ باغ جمال
- ۳ نے نے از مستوا غلط کر و م سخن
- ۴ بست ہیں رغناہ دس نکلے بار
- ۵ خال ویش نقطہ ہائے انتخاب

یافت بام زریب مستور و قلم
 یا کہ داغ رور و جنت و کار
 پر غلط شد این ہمہ تشبیہ سن
 از کارش کہے کند عاقل کنار
 خواہد نوشتن اول رقمے کتاب

۶ ابرو کے ، مہر قرینہ بہت بہت
 ۷ شد ز عطر گیسوے ایسا مشک بو
 ۸ موے بند زلف اپن مشکل برند
 ۹ در سخن فرحت تنہمیں مسختہ
 ۱۰ می کند بزم سخن را بوستان
 ۱۱ روکش باغ ارم شد ادہست
 ۱۲ و ۱۳ چہ شہر نوشتہ از بارش بہشت
 ۱۴ از عمارت گر بنا سازم سخن
 ۱۵ کنگرہ پائے عمارتہائے آن
 ۱۶ چارہ سویش بوستان دلکشاست
 ۱۷ سر و شمشادش بر عینای علم
 ۱۸ گل ز فواں در دے خرد ماں ہر طرف
 ۱۹ سینہ و اسازند گرا اندر چین
 ۲۰ موج زن موے شہا عشق آب گنگ
 ۲۱ ہر یکے پائند از کف مشت آب
 ۲۲ در جنوبش رود کے جلا رواں
 ۲۳ بست آنجا در گہ عرش اشتباہ
 ۲۴ تاج شاہی را شرف از فرق آن
 ۲۵ از قصورش قصر جنت پر قصور
 ۲۶ گرد گردش روغنہ جنت نشان

تنہ ز لیلی حنائے بستہ است
 مغز مشک نافہ چہیں مشک بو
 بندہ ناقص طبیعت را ہم چند
 و شب فکرت ہمید ان تا شتر
 بشنو اندر کتور بند بوستان
 نام آن شہر عظیم آباد بہست
 و صفت او باید بہ آب زر نوشت
 بر سر کرسی نشیند مشعرین
 میزند خمندہ بریش آسمان
 از نیمش مغز نام مشکہاست
 عاشق و معشوق استادہ ہم
 در بغل شیشہ و جام مے بہت
 گل ز صحبت چاک سازد پیرین
 چشمہ کوثر تجل زان آب درنگ
 بر لباس خویشن ہمچوں گلاب
 نخل تار و انبہ گردا گرد آن
 شاہ ارزان منظر نورانی
 بہت اد صاحب ولایت در جہاں
 گنبدش تابندہ ہمچوں سر نہ دور
 در میان از نسیم خنبر نشان

۲۶ در میان سخن او جوہنِ کلاں
 ۲۷ سوے دولا بش کنڈ گر کس گزار
 ۲۸ وصف آن زین بسین گر سازم رقم
 ۲۹ نامہ جو دو سخاستد چون تمام
 ۳۰ موسم آغازش کہ از بس سعد بود
 ۳۱ سال آفتابش چو دل از عقل تو است
 ۳۲ دمیدم میگفت دل بر طبع این
 انتخاب اشعار دفتر اول یعنی گنج شایگان در صنعت ذوالبحرین

حمد باری

ای که شد از ذکر تو شیرین مقال
 نام تو آرایش عنوان بود
 شد سخن از فیض تو آب روان
 حمد تو زاندازه نکت بروں
 مدح تو افزوں ز حد گفتگو
 ویکت از فکر تو رنگین خیال
 مدح تو پیرایش دیوان بود
 پر گهر از مدح تو درج دہاں
 وصف تو ز آوازہ شہرت فزوں
 جائے تو بیرون ز کد جستجو

نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ علیہ السلام

سایہ از رحمت و لطف خدا
 انفس و زبیبندہ قدر رفیع
 امجد و پیغمبر رب جلیل
 سینہ او سطلک انوار حق
 جہبہ او منظر نور الہ
 مایہ ز بیابانش ہر دو سہا
 اکرم و الا قدر امت شفیع
 از مشاہدہ بدو برہ او تبریل
 باطن او شہین انوار حق
 اشعہ حق را رخ او جاہ گاہ

مقدم خود بید مر افلاک داشت
 ہم ملک از دانشیه داران اوست
 مدح وے از قامہ کئے آید تمام
 اشعار در مدح مخدوم شیخ سعیدی
 یکہ دل از مدح تو دریاے زرف
 وصف تو گلگاہ نہ روے سخن
 رونق ملک سخن از روے تست
 نام تو ورود دل الہ باب ہوش
 مقبل حق حضرت سعیدی توئی
 ناطقہ از ذکر تو شیرین بود
 خامہ من مصرعہ برجستہ گشت
 مصرعہ فکرم پر پروانہ ایست
 خاطر من گل شد و طبعم چمن
 مدح تو اکنون کنم از چار بحر
 انتخاب اشعار در صنعت

چهار بحر
 پر گہرا از ذرہ تو جیب سخن
 ذرہ از خوے تو مہر منیر
 رشحہ از نیم تو ابر بہار
 یکہ شد از ذرہ تو زیب سخن
 قطرہ از جوے تو جو د کثیر
 نفیہ از خطہ تو مشک تبار
 در صنعت سعد بحری
 مدح تو از حد من آمد بیرون
 وصف تو از کدہ من آمد بیرون

کن نگہ از رافتِ خود معدیا
 مزرعہ امید من از لطیف خویش
 در سخن اسے فرحت خوش گوگو من
 قصہ از حاتم طی باز خواں
 از سر گنجینہ دل ریز دور
 بس سخن از حاتم طی می کنم
 بر رخم اینک در راحت کشا
 آرزو دسر سبز کن از لطیف خویش
 بنیل خوش نغمہ بنوا خموش
 شہرہ جو دشش فلکن اندر جہاں
 دامن عالم بکن از گنج پیر
 صنعت بحر این ہمہ طی می کنم

اس کے بعد حاتم طائی کا قصہ شروع کیا ہے

(۱۷) **الفن رائے** منگل سین قوم کا ایسٹھ باشندہ عظیم آبادت گرد
 قلندر بخش جرات لکھنوی تذکرہ عمدہ منتخبہ نمبر ۳۱۶۱ مملو کہ اندیا افسانہ بریری
 لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

”الفن رائے منگل سین کایت شاعر ذہین و خوش اخلاق شاگرد قلندر
 بخش جرات، متوطن عظیم آباد چنے سے بعلاقہ دارودار اختلافت (دہلی) گشتہ
 غزل طرجمی در مشاعرہ خواندہ بود این شعر دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد۔
 اس نثر چھپ کے گھر جاؤ گے دو چار کے
 ہر قدم پر پاں تلک آنے میں سو سونا تیر
 مفت ہو جائیں گے یوں برباد گھر دو چار کے
 کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار کے
 تذکرہ سخن شعر اور تاریخ شعرا سے بہار میں بھی ان کا ایک شعر آیا
 جاتا ہے۔ رخ خانہ جاوید میں ان کا ذکر مختصراً ہے۔“

(۱۸) **شورش** بابو مکند لال ناٹھرا اور مسکن محل دیوان قوم ایسٹ
 اور نے ایک ضخیم مثنوی فارسی میں اور ایک اردو میں لکھی جو نایاب ہے۔
 اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اختلافات

تاریخ شعر اسے بہار میں اردو مثنوی کا یہ شعر درج ہے۔

کبھی میرا پتہ بہشت پر پڑا تھا جو اب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا
(۱۹) مثنوی۔ بابو شیو گوپال عورت کا کا جی ساکن عظیم آباد تجارت اور
 مہا بنی کا پیشہ کرتے تھے۔ گارسن و تاسی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے تاریخ
 شعرا بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا وہ نقل کیا جاتا ہے۔

دامن کو تیرے خون نہ رہے بن پھرے ہوئے چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل کے ہوئے
(۲۰) بیتاب۔ سنتو کھ رائے باشندہ عظیم آباد تذکرہ عشقی میں ان کو
 نازک مزاج اور کتب بینی کا شائق لکھا ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے
 میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر اور کلام درج کیا ہے جو ذیل
 میں درج کیا جاتا ہے۔

سنتو کھ رائے المتخلص بہ بیتاب۔ از تذکرہ قائم معلوم شد کہ کم دماغ
 و خلوت دوست بود، معلوم نیست کہ احوال کجاست، در آن زمان زور
 طبعش بر دیر مانند بلان در ترقی بود و ربط کلام را خوب می فهمید غذا
 زندہ دارد، از دست ۵

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی رام سے ہم اپنے مذہب میں ہر اک شرط طریق انہما
 پھس گئے قید قفس میں جو چھتے دم سے ہم کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں اسلام سے ہم

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیاے ہمیشہ ہیں کہ خواہاں یوں ہیں کہ ہیں ہم ان کو اس طرح چاہیں
 ادھر نالہ کیا ادھر وہ منظر ہو چلا آیا عجب دن تھے وہ تین روزوں میں کتنی تھیں انہما

سبزے پہ اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک
جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ لوئے

اس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جواں ہے
لیکن کسی طرح جو یہ کاخِ نہ پاں ہے

مجت اب تلک کہتی ہے یہ تاثیر محضوں کی
کہ بن لیلی کہیں کھنچتی نہیں تصویر محضوں کی

میں کیا خلل نہ اٹھائے تلک کینے سے
تو اپنا دل سا مراد دل نہ سمجھو ہر تم

عشق میں گاہے غسلِ گریش ہے
نت نیایاں ماہرا در پیش ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کیے
نصیب میں کسی کا ذرے کے یہ بلا نہ کرے

رباعی

یاں آئے ہم اپنے مدعا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوا کی سب عمر

ل ل کے خیروں سے آشنا کو بھولے
اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

تاریخ شعرا سے ہمارے بھی ان کا مختصر حال اور ایک شعر درج ہے

جو غائباً میر حسن کے تذکرہ سے ماخوذ ہے۔

متوسطین ہندو شعرا کے بہار

(۴۱) الفقی - راجا پیارے لال ابن راءے سکھن جی قوم کا ستھ ماہقر۔
 ابانی دین سکند۔ یہ متصل آگرہ تھا۔ عرصہ تک دہلی میں رہے اسلئے خود کو
 دہلوی لکھتے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے منشی تھے رزیڈنٹ سے ناچاتی ہونے
 کے سبب تراک، نمازمت کر کے عظیم آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔
 ایسٹ انڈیا کمپنی سے پندرہ سو چھتیس روپیہ سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔
 عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور انشا پر دازی اور شاعری
 میں مشہور تھے عظیم آباد اور اطراف بہار میں ان کے متعدد ہندو اور مسلمان
 شاگرد تھے۔ ان کے بعد بھی ان کے پوتے کنور سکھراج بہادر رحمتمی کے وقت
 تک ان کے سلسلہ کے شاگرد اکثر تخلص میں یاے نسبتی کا التزام رکھتے تھے
 چنانچہ رحمتمی دہلوی و حتمتی وغیرہ نے اپنے تخلص میں یہی رعایت ملحوظ رکھی
 تھی۔ الفقی کے خانگی کتب خانہ میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں تھیں۔ خود ان کی
 تصنیف سے شذی نیرنگ تقدیر اور مینا بازار کے علاوہ فارسی دیوان
 غزلیات یادگار ہے۔ فارسی دیوان کو ان کے پوتے رحمتمی نے ۱۸۷۶ء
 میں طبع کر لیا تھا وہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور اسی کے کچھ اشعار بطور
 مشتے نمونہ از خردوارے اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ الفقی نے ۲۶ صفر ۱۲۵۵ھ

روز پختہ کو انتقال کیا۔

چوں غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما
در دشت پر بلاے جنوں نیست آفتی
تا شیر غمزہ ات ز دل ناتوان گذشت
نازم ز بخت تیرہ کہ چوں بلسبل نفس
خوش آنکہ در محبت جانانہ آفتی
پیچیدہ شد زبان سخن درد بان ما
جز موج ریگ اشک و ان کاروان ما
آہم ز نہہ فلک شد و از لامکان گذشت
بر یک و تیرہ نفس بہار و خزاں گذشت
از رنج دہر و راحت خلد و جہاں گذشت

ریختہ میں ان کا صرف ایک شعر تذکرہ میں پایا گیا

خاکساری سے مثال نقش پا جس جگہ میٹھے وہیں کے ہو گئے

خم خانہ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کا حال بہت مختصر لکھا ہے۔

(۲۲) دماغ - منشی گنگا لال خلف منشی کنہیا لال ساکن میران پور ندوہ

ضلع گیا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ایک دن ان
غیر مطبوعہ موسوم بہ گلشن بیجا ریادگار چھوڑا ۱۲۶۵ء میں بعمر ستر سال
انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ایک ہی شکل کو دو کر کے دکھا دیتی ہے
گلشن حسن پر بہار نہیں
نقل کو بس ہے خیر آبرو
باغ عالم میں گل کھلا ہے کچھ
تیری زلفوں سے اماں ہے کسے یار آج کی رات
درد دل سے جو کر رہا تو وہ فسار لوے
جو ہر آئینہ قاتل تری تلوار میں ہے
کنگھی چولی نہیں سزکا نہیں
حاجت تیغ آبدار نہیں
اے جنوں موسم بہار نہیں
انہیں دکالوں نے رکھا ہے لڑائی کی رات
جاں باب کون ہے آوارہ دیہات کی رات
میری جان دیکھو دل سے جہاں کی رات

وہ شب ماہ میں آئے ہیں جو افستاں چن کر چاندنی دہری دکھاتی ہے بہار آج کی رات

غم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر اور انہیں اشعار میں سے پانچ اشعار ہیں۔

(۲۳) ضمیر۔ کنور پیر الال خلف راجا پیارے الال الفنی مولد و مسکن

عظیم آباد۔ درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے اور علمِ مذہب

اقلیدس، ہیئت کے نایاب وہ عروص میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ چند

سال محکمہ بورڈ کمشنر و افیون میں سرشتہ داری کے عہدے پر ممتاز تھے۔

۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ اردو اشعار دیکھنے میں نہیں آئے فارسی کلام

کا نمونہ یہ ہے۔

از سینہ سوزاں بفلک نالہ فرستیم وز دیدہ گریاں بز میں ژالہ فرستیم

تا نیک نشانش دید از صورت عالم نامہ نویسیم و گل لالہ فرستیم

(۲۴) نائب۔ منشی بھگوان دین ابن منشی منگل سین قوم سلاستہ ساکن

اردو یا ضلع پورنیہ تمیز منشی شنکر لال صاحب ساکن ندوہ ضلع گیارہ ۱۲۴۱ھ

میں باون برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تاریخ شعراے بہار سے ان کے

یہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں

دھونڈتا ہوں نہیں جو میں نائب خانہ دل سے وہ نکلتے ہیں

(۲۵) خفقی۔ تخلص اور راجا بابو نام ساکن عظیم آباد، سخن شعرا اور

تاریخ شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہے خنک از بس ہو اے گرم ساقی جلد گرم صحبت ہوگی زیب انجمن ہو جائیگا

دیکھ سنبل کو چمن میں یاد آئے اس کے بال حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی

(۲۶) شوق۔ لاد ٹیک پر شاد کا لیٹھ ما فخر ساکن عظیم آباد راجا
 پیارے لال الفتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذی علم اور مشتاق
 شاعر تھے۔ انہوں نے کلام کا کلام دستیاب نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ موسوم
 بہ دھرم پالک جو از کمند لال رائے بہادر آنریری سرجن و ایسٹرن ہند
 کے رسالہ دھرم شاستر کے جواب میں ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس میں
 شوق کی ایک نظم ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ جو ابی رسالہ لال
 رفعت بہادر کا لیٹھ ما فخر عظیم آبادی کا مرتب کیا ہوا ہے اس میں ذرا
 بیوگان نابالغ کو ہندو دھرم کے خلاف بتایا ہے۔

نظم شوق

جو لکھوں تیری شان میں کم ہے منظر جو دو فخر عالم ہے
 آسماں تیرے آسماں پہ سدا بے تسلیم سرکے خم ہے
 مہر بھی تیرے آستانے پر ذرہ ساں بندگی میں ہر دم ہے
 ماہ طلعت تو ان کوئی تجھسا دور میں چرخ پیر کے کم ہے
 تیرے زور شباب کے آگے صفت پیر زوال رستم ہے
 تیرے در کا گدا تو نگر ہے جام فقر اس کا ساغر خم ہے
 نام نامی ترا سلیمان وار نقش ہر دل پہ مثل خاتم ہے
 بحر فیض آپ کا روانی میں تشنہ کاموں کے واسطے ہم ہے
 ہیں تو نگر بھی تیرے دست نگر تو کرم میں سجدوں سے اکرم ہے
 تیرا الطاف ہر دوست ہے قند قہر تیرا پئے عدو ستم ہے
 گل ہیں خواہاں نسیم شفقت کے ملتجی آبرو کی شبہم ہے

شوق خستہ کی یہ دعا حق سے سحر در شام بس یہ بردم ہے
یا الہی اسے تو شاداں کر مہر جب تک فلک پہ قائم ہے
(۲۷) شکیب۔ منشی ہیرالال عظیم آبادی مشاق اور صاحب تلامذہ
شاعر تھے۔ اے بیجا تھو پر شاد غنیمت کے مشاعرہ کی قلمی بیاض مورخہ
۱۲۷۱ھ میں ان کی ایک غزل ملی جو اس جگہ درج کی جاتی ہے کلا پر شاد
عاجز انہیں کے شاکر دتھے۔

کس دن نہ ناک بھوں تری اے ناز میں چڑھی
شوخی سے اپنی کر گئی نظروں سے لگا یہ
مر کر بھی ہم اٹھیں گے نہ کوچہ سے پار کے
دامن چھو اجموں نے سران کے اتر چکے
گل دکھنے کے لائے پس گے اے عندلیب
رہ جائیں گے دھرتے یہ رقیبوں کے داؤ پیچ
کیونکر نہ اس غزل پہ ہمیں ناز ہو شکیب

(۲۸) شوق نعتی۔ کنور باج بہادر پسر دوٹھیں کنور ہیرالال عظیم آبادی
دبیرہ راجہ پیارے لال الفتی ان کا کلام دستیاب نہ ہوا لیکن ان کی تصنیف
سے ایک رسالہ موسوم بہ محیط القوافی ان کے دست خاں کا لکھا ہوا ان کے
وارث کنور جگدیش بہادر کے پاس راقم نے دیکھا تھا اور اس کے دیباچہ
اور ترجمہ کو نقل کر لیا تھا اس میں اور ضروری باتوں کے علاوہ خود ان کی
صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس عہد کے چند مشاہیر شعرا کا بھی
ذکر ہے اسلئے اس کو اس جگہ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

" اما بعد ہرزہ گوے بادیہ گرد و وحشت و پریشانی پریشانی بکار صحرا
 نور و جہل و نادانی کتور باج بہادر متخلص بشکوکتی و وہیں پور جناب کتور
 ہیرالال ضمیر ارشد خلیفہ راجہ پیارے لال قبلہ لفظی دہلوی چنیں مسکویہ
 کہ در آوان تحصیل این مجنون و لباختہ بیلاے سخن را آنچه از قواعد توانی
 در رسایل معتمد اساتذہ متقدمین و متاخرین مثل حدائق المعجم من تصنیف
 محمد بن قیس و رسالہ معیار الاشعار من تصنیف محمد حسن خواجہ نصیر الدین سی
 و رسالہ قافیہ من تصنیف مولانا جامی و رسالہ قافیہ من تصنیف ملا کاہی نفیس
 الفنون من تالیف محمود بن محمد الابی و حدائق و رسالہ وافیہ من تالیف
 شمس الدین فقیر و رسالہ کافیۃ القافیہ من تالیف محمد تقی اوسدی البنانی
 و رسالہ قافیہ عطا اللہ من تالیف علما الدین محمود الحسینی و رسالہ مخزن الفوا
 من تالیف محمد خالق بن علام حسین و رسالہ کامل العروص من تالیف نذرت احمد بن حافظ
 عنایت احمد و رسالہ قافیہ من تالیف محمد روشن متخلص بہ جوشش و دریائے
 لطافت الشاق و قتیل و رسالہ چہار شربت من تالیف خاص مرزا قتیل
 و میرات القوانی من تالیف شاہ بخش حسین و حشیش من تلامذہ جناب
 راجہ پیارے لال لفظی دہلوی و تقویت الشعرا من تالیف امام الدین طالب
 بہ نظر در آمدہ و ہم زبان مبارک ربخیل کاروان نکتہ دانی و مہ رفتہ نکتہ
 رسان الفاظ و معانی فرید و ہر و جید عصر استاد و مہضرت عبرتی بہ وزیر علی
 صاحب قبلہ مدظلہ شہودہ بخاطر خاطر محفوظ داشت و از عرصہ دیر از خیلہ متمنی
 و آرزو مند بود کہ آنچندہ راجع اشعار امثالہ و اختلاط مذاہب بطرزے کہ
 موجب بصیرت بتدیان این علم گردد و جمع کند و از خود بسفوز زمانہ یادگار

گزارد اما از شدت پریشان خاطر می نقش این تمنا صورت نمی بست اکنون که

۱۲۶۹ یک هزار دو صد و شصت و نهم از بھرت البھوی امت نظر بہ تعلیم

عزیز بر خود دار خود کنور سکھراج بہادر ارفقہ اللہ تعالیٰ علما نافعاً و فہماً کاملًا

و عقلاً سلیمًا و ہم باظہار فرط وسع و شوق باعیان ہا بقہ سخن چہن پیرایے

حقیقت این نادرہ فن مشفق سید اصدق حسین صاحب زاد لطفہ کہ بارگاہ

بس مہر فرود شہما دارو این ہمہ را فرہم نمودہ بجائے فصل منقسم بدہ چشمہ

و یک مقدمہ و خاتمہ ساختہ رنگ آسودید داد و مسمی بہ بحیو القوانی ساختہ

ترقیمہ " خط خام بندہ کنور باج بہادر خلف کنور پیرالال صاحب قبلہ ضمیر

بکینہہ ہاشمی نمیرہ جناب راجہ پیارے لال صاحب قبلہ الفتی و ہادی بکینہہ ہاشمی

بمقام عظیم آباد کدوچہ فرخ خاں متصل مسجد غنبرہ

یہ نادر رسالہ دہلی اور ولکانڈ پر لکھا ہوا تھا تخمیناً ڈھائی سو

صفحے ہوں گے اور ہر صفحہ ۸۰۰۸۰۸۰ نچ ہوگا۔

۲۹ (۲۹) لہفتی - منشی سمبودت کالیستھ امت ساکن موضع موساپور

پرگنہ سر بسا (منظر پور) راجہ پیارے لال الفتی کے شاگرد تھے۔ تاریخ آئینہ

ترہت میں دن کا صرف اس قدر ذکر ہے :-

" منشی سمبودت کالیستھ امت ساکن موضع موساپور پرگنہ سر بسا

مرد شریف و نجیب عالی خاندان تھے علوم عربیہ و فارسیہ سب کچھ جانتے

تھے اپنی برادری میں طاق تھے منشی گیری میں شہرہ آفاق تھے۔ راجہ پیارے لال

عظیم آبادی کے شاگرد تھے دربار میں مہاراجہ جتہ سنگھ بہادر در بھنگا

د ۱۲۱۲ فصلی تا ۱۲۲۶ فصلی (ملاقات ۱۸۲۹ء) کے نوکر تھے۔ مرگے

راقم کو معلوم نہیں کہ ان کے وارث ہیں یا نہیں۔“

اتفاق سے اجاگر چند لغت کے دیوان میں ان کا کہا ہوا ایک قطعہ ضروری عبارت کے ساتھ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نظر سے گزرا وہ جیسے اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اس سے ان کی قابلیت اور صلاحیت پر روشنی پڑتی ہے۔

”قطعہ مسیحی بہ کار نامہ در وصف و سال بنا، چاہ در بحر ہرج بزحافات از افکار بندہ، میچند ان سنجو دت متخلص بہ رفتی۔“

تاہر گو بند گوشش چہ پختہ نمود	از سال بنا و وصف و طبع فہیم
از فصلی و ہجری و مسیحی سمیت	ہر چارہ درین دو بیت کردیم ترقیم
بناہ بعد فغان مزوم و سرد و خنکے	شیریں بجزہ آمد از آب نسیم
۱۲۳۲ فصلی	۱۲۴۰ ہجری

خوش بامزہ و لذت سے ہجو زلال	کوثر بہ لطافت وے آبست حمیم
۱۸۸۲ سمیت	۱۸۲۵ عیسوی

تلمیحیں سنین چارگانہ باہم	تا حال ندیدہ شد از اسلاف قدیم
انصاف کہ رفتی چہ در سفتہ بدیع	ابن طرز چو رفتی نمودش تعلیم
سا کا شود۔ عیاں بطرز تو شیخ	بادل چو تاملے کند طبع سلیم
سا کا بطریق تو شیخ۔ ۱۷۴۷	

محقق نامد کہ ابن طرز تاریخ از محترعات رفتی است مدظلہ و تفصیل انکہ چوں اعداد حروف او ایل و او آخر ابیات بطریق تو شیخ بادل لفظ طبع حرف باست (ب) و مصرعہ آخر شعر براں است جمع آرنند سا کا سال،

کہ در تقاویم ہندیہ مندرج است بہم فی رسد و از چہارہ عباریح او اسط
کہ مشتمل بر وصف آب و بنا و چاہ است از مصرع اول سال فصلی دانہ
دوم ہجری و از سوم سمیت و از چہارم عیسوی ما بر آید فاقہم۔
سا کا سال اس طور پرنکلتا ہے کہ ہر شعر کے اول اور آخر حرف کے
عدد کو جمع کر کے لفظ طبع کے دل یعنی درمیانی حرف ب کے دو عدد کو
جوڑ دینے سے ۱۷۴۷ ہوتے ہیں۔

(۳۰) پانڈے موہن لال ساکن بیکنٹھ پور متصل خسرو پور۔ اردو کے
اچھے شاعر تھے ۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۷ء میں انتقال کیا
گورنر جنرل ہیسٹنگس کے مانیوں میں تھے۔ ہیسٹنگس نے کتاب انشائے
ہر کرن کا ایک قلمی نسخہ بھی ان کو بطور تحفہ دیا تھا جو ان کے ورثا کے پاس
موجود تھا۔ ایک عرصہ تک پورنیہ میں قانون پیشہ کی حیثیت سے مشیم رہے
اور اس پیشہ میں اس قدر فروغ پایا کہ بہت سی خاندانی ملکیت جس کو ان کے
بزرگوں نے فضول خرچی سے کھو دیا تھا دوبارہ حاصل کی۔ ان کے حالات
اور شاعری کا ذکر ایک مطبوعہ انگریزی رسالہ (مولفہ پانڈے رام چندر سہا
ام۔ اے۔ بی۔ ال) میں راقم کی نظر سے گزرے۔ یہ رسالہ پانڈے
دیو ندر سہاے صاحب عرف ڈپوک بابو آنرری مجسٹریٹ ساکن خسرو پور
نے راقم کو دکھایا جو پانڈے موہن لال کے خاندان سے ہیں۔ انہیں سے
معلوم ہوا کہ زیادہ قرینہ ہے کہ اردو کلام ضائع ہو گیا لیکن ممکن ہے
کہ دوسرے قرابت مندوں کے پاس کچھ محفوظ رہ گیا ہو۔

ان کا سنہ ولادت ۱۸۰۴ء جو مذکور ہوا وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا

اسلئے کہ لارڈ ہیلینگس ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہو کر آئے اور پانچ برس سے کچھ زیادہ یہاں رہے اس وقت پانڈے موہن لال کی عمر پندرہ سال کے قریب ہوگی اور اس عمر میں گورنر جنرل کا منشی مقرر ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۳۱) محنتی۔ منشی ہریر ناگدہ باشندہ عظیم آباد۔ تحفہ انجمن محنتی یعنی رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۲۵ھ کے گلدستہ میں ان کو "از کہین تلامذہ جناب پیارے لال صاحب آفتی" لکھا ہے۔ تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے۔ آفتی کے انتقال کے بعد یہ میر وزیر علی خیرتی سے اصلاح سخن لینے لگتے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ مشاعرہ سوم و چہارم کے گلدستوں سے ان کا کلام اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

غزل فارسی

تو با من کردگار من چہ کردی	چنین بد روزگار من چہ کردی
چساں لا تقطعو اگر د یقینم	بجا تم از چہ کار من چہ کردی
حذر کردم بہ نام شروع و ممنوع	دئے آمرزگار من چہ کردی
قوی می داشتم امید الفت	زبوں حال نزار من چہ کردی
چو کردم اعتراف از جرم و توبہ	عطاے خویش و کار من چہ کردی
دل و دین باختتم در عشق لیکن	زگفتی و لفقار من چہ کردی
نذاستم کہ چندیں بیوفائی	سخن با غیر یار من چہ کردی
رخت بینم گل رویے تو چایم	وگر بیخ از تو یار من چہ کردی
ہدف کردی مرا از تیر مژگان	چہ مشت بر شکار من چہ کردی
نباشد محنتی را جز تو یارے	بکن رحمے نکار من چہ کردی

اردو

کب تک رہوں خستہ تن ہمیشہ
 اپنی کے فراق میں بصد آہ
 شیریں نے کیا کبھی نہ بچورم
 یوسفؑ، تلاسٹن میں تو یعقوب
 کیا سود پڑھوں لکھوں جنوں میں
 اے چرخ مری مسافرت میں
 ایام شباب میں روانے
 استاد کی تربیت سے محکو
 یارب جلیل رحمتی کا
 اب عشق میں محنتی کو شیدا
 درجنو تم جو سر مہر تباہم دادند
 تا مرا عشق بت سرو چا تم دادند
 غشوہ و غمزہ او نوک سنا تم دادند
 در سو ایش جو مرا شور و فغان گشت فرو
 زالتش بجز مرا سوز و گداز است وے
 ہر چہ رفت از توستم نیست مرا شکوہ نرنج
 گفتم از ساقی کو شرکہ بدہ آب لال

محنتی ہرزہ میو باد یہ عشق بلا ست

کو چہ یار مرا جاے اما تم دادند

مغموم بلا سخن ہمیشہ
 مجنوں رہا زمرہ زن ہمیشہ
 محزون رہا کو بہن ہمیشہ
 سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ
 افسانہ نل و من ہمیشہ
 کیوں ہوتا ہے رازن ہمیشہ
 سب رندی و بانگین ہمیشہ
 بے مشق و کمال فن ہمیشہ
 سر سبز رہے چمن ہمیشہ
 سب کہتے ہیں مردوزن ہمیشہ

طپش خاطر و صد درد نہا تم دادند

قامش از قد شمشاد نشا تم دادند

ایرود آہ مرا تیر و کما تم دادند

کاکل و زلفِ دو تا بند گیا تم دادند

وعدہ وصل تو امر تاب تو انم دادند

حیف بے حکم قضا آنچه نہا تم دادند

بادہ ہوش با معی کا تم دادند

۳۲) دھرم منشی دھرم لال ساکن دانا پور پینڈہ ۱۹۸۲ء کے قریب مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار مرتبہ عطا بہاری و عاصمی بہاری نے ان کی یہ غزل شایع ہوئی تھی۔

چلا چل کو پہ جانا میں اے دل شادمان ہو کر
تم اپنے کشتہ کو صاحب ذرا آ کر جلاؤ تو
نہ تمسا خوبرو میں نے کہیں پایا زمانہ میں
تمہارے حسن نور فزانی کین آنکھیں ہی روشن
گلگتیاں جہاں ہیں بوجب لغت کی نہیں پاتی
تیاں ہوں صورت بسمل خدا کے واسطے قاتل
گل و بسیل کے نظارہ سے کب دشا ہوئے ہیں
مجھے دست حنائی پار کا جب یاد آتا ہے
دھرم کی آرزو یہ ہے کہ تیرے باغ سے گل

۳۳) فقیر۔ لالہ لو کنا حفہ سہماے ساکن موضع بچونا پرگنہ نہرہٹ ضلع گیا۔
۱۹۸۲ء کے تک بھگ مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار میں ان کی غزل شایع ہوئی تھی۔

یہ دل کھلا رہا جو مثل غنیمت بے زبان ہو کر
جلا سے او دل راحت اللہ کا شادمان ہو کر
بھلا ہے باغ میں چلے سے رہا باغبان ہو کر
نہیں لازم ستم کرنا نسیم و شمنان ہو کر
نگہبان رہا شب میر گھر میں باغبان ہو کر
گیا ہے گلشن کو جو وہ خندہ ہاں ہو کر
مجھے دردِ الم میں چھوڑ کر غیروں سے مننے کو
سنا جاتا ہے گل پھر کلبدن جائے گلشن میں
ہمیشہ آپ کو ہم جان کا موسم سمجھتے ہیں
خیال زلف میں اس کے رہا میں شام سے بے خود

نہ پر سناں ہے کوئی حسن کا اے یوسف ثانی
 ہو ابا زار ازراں کا پہلے گراں ہو کر
 رسائی شیر ممکن ہو فقیر اس ہا کے گھر میں
 اگر ہے شوق ملنے کا تو جا اب بدل ہو کر
 (۳۴) کہیں۔ لالہ کھچی نرائن۔ محلہ دھولپورہ میں کچھ عرصہ تک مقیم تھے
 اور عدالت میں وکالت کرتے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک
 مزاجیہ غزل ایک بیان میں جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی کی ملک ہے یا پانی وہ اس
 نقل کی جاتی ہے۔

ہر قطرہ سرشک کو گو ہر بنا دیا
 آنکھوں نے اپنی ہم کو دھتر بنا دیا
 اب تم مجھے ستاتے ہو اے جان کس لئے
 کپڑے تمہیں بنا دے زیور بنا دیا
 ہوتا مجھے بھی قرب وہ محل نشین کا
 اللہ نے نہ کیوں مجھے اختر بنا دیا
 آتے ہیں تھووم تھووم کے اس دریا برہم
 آنکھوں نے میری ہتھیا پھتر بنا دیا
 فیصل ہوا نہ ربح و الم کا مقدمہ
 گو دل کو میں نے ڈھی کلکڑ بنا دیا
 کم نطل بونم سے نہیں پر تو وکیل کا
 جس باغ پر پڑا اسے کھنڈر بنا دیا

(۳۵) پرشن۔ منشی پرشن لال ساکن موضع پچونا پرگنہ نزد ہٹ ضلع گیا
 شاہ عطا حسین صاحب غطا بہاری اور شیخ محمد شیرات حسین صاحب عاصی
 نے قصبہ بہار سے جاری کیا تھا شایع ہوا تھا اس گلدستہ کا ایک پرچہ نمبر ۶۶۹
 کتب خانہ مشرقی۔ پٹنہ میں اب تک محفوظ ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

چلو اب ہر استقبال اس کے تم اے پرشن
 سنا ہے وہ چلا آتا میری مہاں ہو کر
 (۳۶) اختر۔ لالہ درشن لال صاحب۔ منشی پرشن لال پرشن کے بھائی تھے
 اور انہیں کے کلام کے ساتھ ان کی غزل بھی شایع ہوئی تھی ایک غزل یہ ہے۔

لکھا ہے ایک خط اس مجھے بھی دیا ہو کر
 یہ ساعت تھی بہت آسن جو قاصد کے خط آیا
 لگاتے ہی تم سے خط کو منور گنہیں آنکھیں
 مے گھر میں ہوا ہمان جو وہ غیرت گلشن
 کیا اختر کہ چہ اشاد لے دیر اسی عنوان

۳۷ فطرت - منشی بہاری لال ولد بابو جے کشن لال بن منشی من ہری

لال بن منشی سر دپ سنگھ دوم کا بیٹھہ سر قی باستو ساکن وزیر میندار قصبہ
 در بنگا وکیل عدالت منصف منشی صرف و نحو غربی مولوی امیر علی آبادی سے
 اور کچھ دن مولانا امام شاہ اور مولانا بہرام شاہ سے پڑھی اور فائز
 میں طغرا و بیابازار و پنج رتو و وقایع نعمت خان عالی و قصاید بدر
 چاچ و دیوان غنی و تصانیف ابوالفضل و کلیات خاقانی و دیوان انوری
 و ناصح علی کا درس بھی مولوی امیر علی ہی سے لیا تھا۔ اردو و شاعری میں مولوی
 مرشد حسن کامل مظفر پوری کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۸۵۸ء میں وکالت کا امتحان
 دیکر منصب وکالت درجہ دوم حاصل کیا۔ ۱۸۶۶ء میں آنرری مجسٹریٹ
 درجہ سوم مقرر ہوئے۔ دوسرے سال وکیل سرکاری کے عہدہ پر کام
 کرنے لگے۔

۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء موافق ۱۹۳۷ء سمیت میں انہوں نے

کتاب آئینہ ترمیم تالیف کی جس میں ترمیم کے تاریخی واقعات کے علاوہ
 بہتر سے نامور اشخاص کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ خود ان کے حالات
 اور نمونہ کلام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ غزل ملاحظہ ہو۔

دوئے تباہی کو جو دیکھا بولے قادر کھینے

اپنی نفرت دیکھے اور میری رغبت دیکھے

اپنی نخوت دیکھے اور میری منت دیکھے

میری لعنت دیکھے اپنی عدوت دیکھے

چولی کنگھی کیجے اور اپنی صورت دیکھے

میری ہمت دیکھے اور اپنی ہمت دیکھے

میری طاقت دیکھے اور اپنی طاقت دیکھے

میری عادت دیکھے اور اپنی عادت دیکھے

جا کے منہ دھوئے اور اپنی کوت دیکھے

اپنی عزت دیکھے اور ان کی عزت دیکھے

مثل آئینہ کہیں ہوئے نہ حیرت دیکھے

جتوںوں سے قہری کے سوئے فطرت دیکھے

بابو بدری ناگھ بابو بہاری لال فطرت کے حقیقی چھوئے

کھالی کھتے خلیق اور سلیم الطبع تھے۔ فارسی اور اردو میں اچھی قابلیت

رکھتے تھے۔ شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل کے شاگرد تھے۔ اپنی

ذہانت سے ایک قسم کے حروف ایجاد کئے تھے جس میں خط و کتابت بہت

اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ آئینہ تربیت میں ان کی کئی غزلیں مندرج ہیں

بعض اشعار اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

یہ وہ ہے خزانہ جو لٹایا نہیں جاتا

دعوئے کھرتے ہیں اور آپ چھینے کھرتے ہیں

جوڑتے ہیں ہاتھ ہم تم پاؤں دکھلائے نہیں

جان ہم دیتے ہیں اور تم کھینچتے ہو تیغ تیز

ہر کھڑی نام خدا اس بات کو رہتی ہو فکر

تم نے بھی تک نہ دی اور ہم نے دل تک دیدیا

ہاتھ پائی جب میں تاپوں گے تپو ہ طفل

ہم تو کہتے ہیں صفت اور آپ گالی دیتے ہیں

بوسہ رخسار مانگا تو یہ فرمانے لگے

آپ غیروں تو ناحق روز بکھا کرتے ہیں

جانب آئینہ زانو جو دیکھا بول اٹھے

پیار کی نظروں سے تو کب دیکھتے ہیں آپ صبر

(۳۸)

غیروں کو تم پاس بٹھاتے ہو خوشی سے

کہتے ہیں وہ جب بوسہ رخ مانگے شبنم

جو سوز دل زار لکھنے لگے قلم بن گیا بچھریا ہاتھ میں
تصور سے شبہم جو مضمون کا قلم رہتا ہے ہر گھڑی ہاتھ میں
(۳۹) فقیر۔ منشی کیولا پر شاد ساکن مظفر پور۔ بڑے ذی علم
شاعر و ادیب اور خوش نویس تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو
میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور خوشنویسی میں خورشید رومی مشہور
تھے صوفیوں سے خاص شغف اور عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید
شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ سجادہ نشین خاتقاہ فرید بسید قتیہ
سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مراسلت رکھتے تھے۔ موجودہ عبادتیں
عزیزی حکیم شہید تھی حسن بلخی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں فقیر کا
کچھ کلام اور دست خاص کی لکھی ہوئی وصلیوں میں فقیر کے طبع زاد
اشعار اور فقیر کا ایک خط موجود ہے ان کی نقلیں آئندہ سطور میں راج
کی جائیگی۔ گزشتہ سال اردو نمائش میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ اور
اس کے ساتھ ایک ہمنوی جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت لکھی ہے پیش
کی گئی تھی اس کے اشعار سے معلوم ہوا کہ راجا رام نرائن موزوں اور
ان کے بھائی راجا واصلیج نرائن ان کے بزرگوں میں تھے بعض اشعار میں
میں احوال اپنا لکھوں مختصر نہیں کذب کا اس میں کچھ ہے اثر
کہ تھے از بزرگان من رنگ لال دو فرزند ان کو لکھوں ان کا حال
دو فرزندوں سے رام نرائن اور دھیرج نرائن مراد ہیں،
دویم وارث از روئے شہینگی؟ ولے عت سے محک شہ ندرگی؟
نہیں ہے مواش و نہیں ملکیت گمراک دو بزرگ زین کیفیت

ہوے جبکہ ناطلم ہمارا راج خرد
 ہوئے تھے ہمارا راج معزول جب
 کہ از حاکمان سلف سبق برو
 ہوا ضبط جاگیر بھی اس سبب
 کہ گزرا برس دو برس اس سبب
 ہوا قبضے میں جملہ ان کا معاش
 ریاست سے گزری بفر خندگی
 نہ تھی کچھ کمی ان کو دولت و مال
 آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ نواری لال کے وارث
 تھے لیکن ان کی وفات کے وقت کم سن ہونے کے سبب مخالفت نے
 جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ فقیر کے دیوان کا کاتب اپنا نام شتاب رائے
 ساکن لودیکٹرہ پٹنہ بتاتا ہے کتابت ۱۲۷۷ھ فصلی کی ہے اس دیوان
 میں ایک رباغی دیا بہادر نجفی کی بھی ہے جس کی آخر بیت یہ ہے۔
 یہودہ نہ کر تو فکر دنیا نجفی کر عیش جہاں میں زندگانی جنتنگ
 معلوم نہیں دیا بہادر نجفی کون تھے۔

کتاب خانہ خالقاہ فتوحہ سے جو کلام اور وصلیاں دستیاب
 ہوئی ہیں ان میں فقیر کی تصنیف سے ہفت بند لغت شریف ہے
 جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت ہے۔

”بغایت الہی ہفت بند لغت شریف فقیر غاصی کیولا پرشاد
 خورشید رقی طبع زاد خود بقصبہ مظفر پور قلمی نمود۔ ۱۲۵۶ھ ہجری
 اس کا اول بند یہ ہے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام اے فریقِ ذاتِ با دنیا و دین
 اسلام اے مقصدِ تنزیلِ قرآن ہیں
 اسلام اے بارگاہِ ہمت بارگاہِ کبریا
 اسلام اے بادشاہِ انبیاء اولیا
 اسلام اے شوکتِ تاج و علم و لوح و قلم
 نام تو تسبیحِ باشد ہر ملک را ہر فلک
 سرور اہر دو سرا از رحمتت امیدوار
 از طفیلی خیر تو معدوم شد شر از جہان
 ورود دارد ہر نفسِ شاہا فقیر بے نوا
 اسلام اے ذاتِ پاکتِ رحمتِ للعالمین
 اسلام اے وصفِ شانتِ طاوہا و یاسین
 اسلام اے آسنانتِ مہبطِ روحِ الامین
 اسلام اے عقبیاتِ بالا تر از عرشِ برین
 اسلام اے جلوۂ تُو نورِ خالقِ بالیقین
 رشتہ آں ربکہ اسلام با جہلِ امتین
 رحمت للعالمینت گفت رب العالمین
 خود خدا فرمود در شانِ تو خیر المرسلین
 یا محمد مصطفیٰ و یا علی مرتضیٰ

آخری بند یعنی بند ہفتم کے بعد جلی سرفوں میں فقیر کی یہ رباعی
 ہے ان کے دستخط کے ساتھ ہے۔

غشی ہوں پائے تختِ جناب امیر کا
 چکرار ہے ہوشِ فلک پر دبیر کا
 (از فکرِ فقیر کا تب الجروف)

اس کے بعد دوسرے صفحہ پر ان کے ہاتھ کی لکھی ایک رباعی اس قدر
 خوبصورت نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے کہ اگر اوقاتِ المصنعم زندہ ہوتا تو
 اس کی پوری داد مل سکتی لگتی۔ دیکھنے والوں کا اس صفحہ سے نظر ہٹانے کو جی
 نہیں چاہتا ہے۔ بہر کیف اس کی نقل یہ ہے۔

بعنايت الہی

اے کئی عیش زیر فرمان تو باد بر خلق و جہاں ہمیشہ احسان تو باد
ذات تو مقدس است و مقبول خدا این غب و نزار عبد قربان تو باد
رہندہ عقیدت نہاد کیولا پر ستاد خورشید رومی

نقل خط (بنام سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ)
حضرت معدن النور جناب قبذہ دنیا و دین و کعبہ عداقت پیشگان و اتق ایقین

دام کھنڈ و کرامتہ

آداب و تسلیم فدویانہ و عقیدت مندانه بجا آورده عرض میرساند کہ بافتن
الہی باقبال جناب عالی مقرون خیریت بودہ بدعاے دولت مہر و کف
ستد عیبت پس از مدت مدید پور و دہربانے یار شفیق سرایا دانش و تمیز
یعنی منشی عبدالعزیز صاحب خیر و عافیت مزاج مبارک دریافتہ شکر خداوند کرم
بجا آورد بافضال بندگان حضور کمترین از عیواری من لادقہ شفاے علمی یافت
و آداب شکرانہ کی رساند قبول خدمت بندگان عالی باد و زمانہ مولوی فضل
حق صاحب شنیدہ بود کہ دایرہ دولت بندگان حضور جلوہ پیراے
این دیار خواهد بود حقا کہ کمال آرزو داشت مگر شومی طابع محروم ساخت
باز معلوم شد کہ بعد ایام بر شنگال قدم فیض لزوم رونق افزای ابن سواد
خواہد بود دیدہ باید کہ آن روز کدام روز کدام روز خواهد بود کہ گردنعلین شریف
سرہ چشم خواهد نمود و امیدوار کہ بندہ عقیدت نہاد حضور فیض پر نور
از عنایت کریمانہ محروم نہ ماند زیادہ عداوب۔

آرزو دارم کہ خاک آن قدم طویلاے چشم سازم دمبدم

عرضی فدوی نیاز عاصی کیولا پر شاد خورشید رقی ۲ ہم شہر ذالحجہ ۱۲۶۲ھ

از قصبہ مظفر پور۔

غرفن مکرر اینکہ از کلمت اکثر خطوط تلف شدہ است بنا بر بلا کلمت

بیرنگ ارسال داشت۔

سابقہ (بعنایت الہی)

فرض ہے مومن کو مرنا ماتم حسنین میں اس سے بہتر مرگ کی صورت نہیں کہ میں میں

یا علی یہ بندہ عاجز فقیر بیوا ہونا حسنین پر عشرہ کے شوروشین میں

(از فکر فقیر کاتب الحروف کیولا پر شاد خورشید رقی)

ولہ

کہتے ہیں عزا کو کہ صانع کرتے ہیں مجبور ہیں ہم سن کے قلع کرتے ہیں

ایمان ہے فقیر اس عزاے حسنین کافر ہیں وہ جو اس سے منع کرتے ہیں

(از فکر فقیر کیولا پر شاد خورشید رقی متخلص بفقیر)

فقیر کی وہیلیوں کے علاوہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہفت بند کاشی

کی ایک نقل بھی نظر سے گذری۔

۴۰ جنگ بہادر۔ متخلص باسم خود رائے کالکاسماے رئیس اعظم

موضع بھکر املع مظفر پور کے بیٹے تھے۔ عربی فارسی اور اردو میں تصنیف

دعا ایف کا ذوق رکھتے تھے ان کا خاندان تربت میں بہت ممتاز تھا ان

اعباد و عہد سلاطین تیموریہ میں علاقہ تربت کے صدر قانون گو تھے خود رائے

جنگ بہادر انگریزوں کے عہد میں آریزی مجسٹریٹ کے عہد پر ممتاز تھے

تاریخ ولادت تخمیناً ۱۸۳۵ء دریافت ہوئی ہے۔ ان کی اولاد تربت سے

کئی کتابیں تھیں جو اب نایاب معلوم ہوتی ہیں کلام بھی نایاب ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک قصیدہ نظر سے گزرا جو فی الحال پینز یونیورسٹی میں موجود ہے وہی اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ یہ تصبیحہ ۱۸۶۵ء میں منظر پور میں نمائش کے موقع پر گورنر جنرل اور حکام ضلع کی مدح میں کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیف سے ایک رسالہ عربی میں موسوم بہ سرور المحرر و نین مورخہ ۱۸۶۵ء بھی راقم نے پینز یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ کر دیا ہے اس سے ان کی عربی دانی اور علم تصوف سے شعفت کا پتا ملتا ہے۔

قصیدہ در ذکر مدح جناب لٹ صاحب گورنر جنرل بہادر و محامد حاکمان ضلع و ارباب کمیٹی نمائش گاہ مقام منظر پور ضلع تربیت چلبہ خامہ بندہ جنگ بہادر۔

کتم عدم سے جلوہ خلقت کیا عیاں
بخشنا خدا نے عالم انساں کو بیگیاں
بیشک کمی و بستی ہر فرد میں عیاں
عصر میں اس کے پانچوں مرکب میں بیگیاں
تاتار اور ختن و خطا اور سیستان
پایانہ غیر خطہ یورپ میں کچھ نشاں
ہر علم و ہر سنہر میں بسبقت سبوں کو واں
یا غیرت اہم کہوں یار و کسب جاناں
قطرات سلسبیل میں نخلت کے ہونہاں

پیدا کیا جو داور دوار نے جہاں
علم و ہنر سخاوت و اقبال و مردی
پر و صبح ہر کسی کی نہیں ایک منطیہ ہی
جس پر کہ لطف حضرت پروردگار ہی
شام و عراق و روم و خراسان ملک ہیں
تا وسیع دھونڈا عقل نے عنقا سے علم کو
لا ریب وہ زمین سے گنجینہ علوم
مینو سواد اس کو جو کہئے تو ہے بجا
شہر اس کے ہیں نفیس کہ رضواں بھی بھکر

جس کی نسیم سے ہے معطر مشامِ جاں
 ظاہر تو ہے بدیدہ انصافِ ہمگناں
 دوشیزگانِ جور میں علمانِ کودکان
 سرسبز عجاوہاں کی سبزہ رخسارِ دلبراں
 پوزرور و مقابلہ میں جس کے زعفران
 کہتے ہیں سبزہ اے نراہلِ اسے وہاں
 آیا کبھی نہیں ہے وہاں موسمِ خزاں
 ہوتا ہے خونِ مشک نہ نانتِ آہواں
 ہوتے ہیں صوبِ حسین دطرمدارِ مردماں
 جو اس طرح پہ پانکتے بولن نراہیاں
 فردوسِ تم نے دیکھا ہے بتلاؤ نشان
 بقراطہ جالینوس ان کے ہیں جاہلان
 علم و ہنر کا جس میں ہوا نام اور نشان
 اہلِ فرنگ سے لانا فرنگ کا نشان
 ذر و راجِ علم نے پایا بہرِ مسکان
 ہے ہمارم سماک یہ اندھوں کا دیدیاں
 اس سے انہوں کے نام ہمیشہ ہے وہاں
 ہر روز اس کے چودے اس کی ہیں دیاں
 دولت سے بہرہ ور ہوا ہر فرد اس جاں
 گردن پھل کے دیکھ جو قاروں کو یک ماں

شادابی اور شگفتگی نہ بہت فزایا ہے
 جنت کا کیوں گماں نہ ہوا آثارِ خلد کے
 نہریں ہیں سلسبیل و مکاناتِ قصرِ خلد
 اشجارِ واں کے ہمسرِ طوبیٰ میں لطیف ہیں
 ہے خاک ایسی مشک جیسے دیکھ پوسا
 نسرینِ نیشن چنبیلی ہیں جن کے نام
 ابر بہار کا تو سدا واں قیام ہے
 بادِ سحر میں لطیف یہ ظاہر ہے بر ملا
 آب و ہوا وہاں کی نہایت ہر دل پزیر
 پوچھے جو کوئی دیکھا ہے تم نے کبھی ملک
 کہنے کو بس جو اب یہ کافی و حشم سے
 علم و ہنر کا ذکر کروں ان کے کیا مجال
 حکمائے ماسبق کی وہی دس کا گاہ
 نام ہنر سے پہلے کسی کو نہ علم تھا
 قریوں میں اور مصروں میں اعلیٰ میں کام
 گو آنکھ والے... بہشتِ فلک یہ دس
 شانِ ماسبق کا جو کچھ اختراع ہے
 گردوں سے اس کے درگاہِ عالی کے طومیں
 نایاب مستند ہوا اس جہان سے
 عنقا اب اس دیار میں وہ مستمن ہے

فی المتکین ممدوح

تکلیں کو اس کے عدل نے تو لا جو کو ہے
 از بس کہ وہ خفیہ ہو ایہ ہو اگر
 ہے راسے میں شتاب کا اس مرتبہ غلو
 قطب فلک ہے جس کے مدارج کا یکتا
 کجرا لئی اس کی راسے سے الکی ہوئی عیاں
 مجر کے غلو کو راست منحجم کہا کئے
 لمعانی نور نفس کا تاباں جو اس قدر
 نخلت کا داغ ماہ کے چہرے پہ عیاں

فی الانتظام نالیش گاہ

قانون کردار و داد کا عالم میں شور ہو
 اہنگ جس کے درس کار رکھتے ہیں اور ان
 پر اب تک علوم کو اس سے خبر نہ تھی
 عدل پدر کو ظلم سمجھتے ہیں کو دکاں
 آئین ... رموز کا عقدہ ہو اخیان
 بالفصل تو ہو ایسے نالیش کا اتمام
 ہو جنس و فصل و نوع کا جب شہ نکا ہماں
 اس روز غرض عام کی ہو خاصیت عجیب
 لحن و ناطق شاہ ہو میں رعایا کی خوبیاں
 کیا خوب ہو وہ روز کہ جس روز میں تمام
 یکتا ہے ہر علوم و افراد سروراں
 اشیائے نادرہ و غرایب جہان کے
 رشک چمن ہو عکس کے جس چیز کے جہاں
 رقصے زمین کو زیب ہو جس چیز سے تمام
 ذات انعام جس کے بنے دریہ غروشاں
 ہر خدمتوں کا ملتا ہے انعام جید یہاں
 تا نادرات صنع ہو مصنوع پر عیاں
 صدق دروں گے جانے نالیش میں ہو واں
 عرفان نفس معرفت حق ہے بے گماں
 در مدح ارباب کبھی

گو بزم میں نمود ہیں سب نیک اختران
 ہیں ماہ حور ہر انہیں الوا العزم حاکماں

کیا شان حاکی کی جس میں سے برائے شکار
 کیا نور عدل و داد کا صورت سے برعیاں
 اقبال سائبان ہے دولت ہے زیر پا
 میں مجمع علوم و نیامع جو د کے
 رشک چمن ہمیشہ رہا اگر چہ یہ دیار
 توصیف مبرور کی اگر کچھ تم کروں
 حکام میں محیط تو یہ جو سب سے ہیں
 در خانہ

طاقت میں تو تو جنگ بنا دیکھنے ہے
 میدان مدح کا تو اگر شہسوار ہے
 خواہ اس جو جوابے محیط سخن کا تو
 ابا پیرے ثنا ہوں کا دایم ساوک تھا
 انعام عام سے یہ تعجب کہاں کہ وہ
 پروردگار عالم و خلاق کائنات
 تیغ ظنہ مدام ملازم ہو تخت کی
 (۳۱) قدوسی۔ لا اسیوک رام وکیل عدالت دیوانی شہرین سخن شہزادہ
 ان کے یہ صرف دو شعر تھے۔

چھ کس امید یہ کہنی تم سے لگائے دل
 ایک دن تو آشت امیر غریباں سہر
 جی کو نہ چین ہوشے نہ آرام پائے دل
 اور حکا دمعانی دوپٹہ بھی اتنی آؤ کبھی
 رائے بیجا تھ پر شاد غنیمت کے مشاء دن کی بیامیں اللہ میں ان کا کلام
 مع نام و تخلص بہت کافی مقدار میں پایا گیا وہ بجز اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

نے خواہش انسانانہ پر زیاد کریں گے
جی کو نہ غم بجز میں برباد کریں گے
سجھ گشت بنانا سنا سے دل تڑا د کریں گے
تکڑا رہیں نظارہ ستارہ دکھیں گے
یاد ابدانہ کسی کا قدم آزاد کریں گے

رہو انی عالم کا اگر تجلیو نہیں ڈرو
اونظام بے رحم ذرا خوف خدا کر
اس دل کے ستارے کی مزا ہو گی مقدر
دنیا میں نہیں زور تو محشر میں سنگر
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

محدث ہیں ہی لطافت حاصل ہو گئی ہیں
لے یہ بھی جاننے کے نہیں ل سے یہ ارماں
اس دپ کے بعد تیرے اس صفت کے ذہاں
یوروں میں کہاں زواد اھویر انسان
بھنت میں بھی دنیا کے عزے یاد کریں گے

رہتی نہیں انسان کی عدا ایک سی حالت
دھماں میں وون کے یہ سامان مسرت
یہ لطف نہ پھر ہو سکا نہ ہو سکی یہ صحبت
ساقی نہ ر کے دور یہ ہو تم سے غنیمت
پیری میں جو انہا کے عزے یاد کریں گے

غیروں کے لئے ہم سے نکر غمزاہ بیجا
غصہ دل غم دیدہ عاشق کو نہ دلوا
دیکھ اوستم ایجاو جفا پیشہ خدارا
ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا
ہل جائیں گے انہا کے جو فریاد کریں گے

آئینہ صفت صفحہ دل کر کے شدنا
کھتے ہیں جو نے مد نظر صورت زیبا
فدوی بھی کہتے ہیں گز دل میا مننا
لکھیں گے سراپا شر اس لعبت چیں کا
کار نلم بائی و بہزاد کریں گے

غزل طرہ

جان بنا لے پہ نہ ہو خواہش جاننا پیدا
 اس نظر نہ جانے کے ہونے لگے سماں پیدا
 خوابیں کہہ کر تے گویا شکوں کا خیال
 فقے پر انداز نہ لیلی کے نہ شیریں کے یہ طور
 وصل کی شب و سحر کو بھی خداوند کریم
 آئے وہ باہ تو ہو رہو نق مہتاب و چند
 راہ چلتے کبھی ہو جایا کرے پاؤں سدا
 روہ کریم سے ملے جا کے جو تم شہروں کے
 تجھ پس چل نہیں سکتا ہو وگرنہ اوڑھ
 یاد آئے جو شب وصل میں یا م سراق
 رات آغوش میں کھایا و قہا بل مہتاب
 اکل کیا سلسلہ ہر دو فنا عالم سے
 تو وہ محبوب منم ہے کہ جہاں میں تجسا
 غش سے تابہ میں تجھ پہ سمجھی نایل میں
 گرمی صحبت اختیار اچھی دہناری ہو
 کوئی شیریں کوئی لیلی کوئی کتا پودن
 دل بیتا بہ نے رہنے نہ دیا ہم کو کہیں
 بے وفا تو ہے پریزا او مستقر ورنہ
 ایکنان بھی آخ رہوشن نہ دکھایا تم نے

سر سبب یا نہ کہیں ہونے یہ سماں پیدا
 نوشتہ نامہ ہم کردی نالہاں پیدا
 روز کرتے ہیں حریف شب بیدار پیدا
 کچھ نشہ دہن لگے کہے کہے مر جا جان پیدا
 بد نے جو رشید کے ہونے یہ سماں پیدا
 چاندنی رات میں ہو مہر درخشاں پیدا
 ربط اتنا تو کر و حکم سے مری جاں پیدا
 سچ کھا اور ہوا شک نہ پیمانہ پیدا
 مہل ریوں سے کبھی کہتے ہیں انساں پیدا
 دل نے کیا کہا نہ کہے حسرت اور ایا پیدا
 نشہ مے نے کیا اطمینان نہ جانا پیدا
 دوست سے ہونے لگا دہن ہی نہ پیدا
 نہ پر تیار ہوا کوئی نہ انسان پیدا
 نام جو لوں میں کیا تم نے مری جاں میں
 روز آجوں سے کہیں تم کو چسکا پیدا
 نام کیا کہتے کہے تم نے مری جاں میں
 سکا کہیں نہ کہے لاکوں بیابان پیدا
 اس قرینہ کے تو ہونے نہیں انساں پیدا
 روز کرتے ہیں مہر درخشاں پیدا

یا خدا جلد جواب وصل کا ساماں پیدا

غم فرقت کی نہیں تاب ہمیں اے فاروقی

کھا گدا پر خشت کی دولت تو نگر ہو گیا
 دل ہمارا صبر کرتے کرتے پھس ہو گیا
 ذرا ربط نور سے ہر منور ہو گیا
 غرض سمجھے تھے جسے وہ عین جو سر ہو گیا
 میں کئی دن آپ کے گھر بندہ پر رہا ہو گیا
 چھو لیا دامن کو، کیوں برسے باہر ہو گیا
 یہ تری سرکار سے ہم کو مقدر ہو گیا
 ہر کو لانا نجد کی وادی میں رہا ہو گیا
 آئینہ کو دیکھ کر کیوں تو مگر رہا ہو گیا
 پاؤں گھرانے لگے اور سر کو جگر ہو گیا
 چلتے ہی چلتے بنا ساماں حشر ہو گیا
 کس طرح بیروں کے دل میں آجکا گھر ہو گیا
 طالب بنا آپ کھا میں شوق رہا ہو گیا
 قصہ یوسف زینبا نقشب دل پر ہو گیا
 قامت پر خم ہمارا ان کو خنجر ہو گیا
 قرض یہ ہم سے ادا اللہ اکبر ہو گیا

زردی رنگت سے ہر بھی مپا آ رہا ہو گیا
 دیدہ رشتے روت آنسو کا سہارا ہو گیا
 دل تصور کرتے کرتے عین دلیر ہو گیا
 خشت نے آخر کو رنگ حسن دکھلایا مجھے
 کیا تغافل پر کبھی یہ بھی نہ پوچھا کون ہو
 عاشق و معشوق میں جوتے ہیں کیا کیا اختلاف
 کھائیں غم آنسو میں باتیں نہیں اخیار کی
 دشت و جنت میں بودی جنتوں کا بے پناہ
 صاف میرا عکس ہو اس میں نہیں کسرت
 ربط دل کہتے ہیں اس کو دیکھا رکھا ان سے
 کھا غضب کا وقت وہ پہلو سے حیدم اکھل گیا
 ایک بھاتا نہیں تب آپ کو ہم کھنڈر
 مل گیا دل سے ہیں دندار کا اپنے سراخ
 خواب میں بھی ہم تو دیکھیں گے حینوں کا جمال
 جھک کے ہم ان سے ملے اختیار خیرت کے
 اس سراپا ناز کے قیوموں پہ سر میں رہ گیا

وصل کی منتب گر نہیں گستاخیاں تم سے ہوئیں

کیوں خفا ندوی تمہارا تم سے دلیر ہو گیا

(۴۲) مختار لارہ خوب لال عظیم آبادی عدالت میں مختار کا پیشہ کرتے تھے اور اسی رعایت سے مختار تخلص کیا تھا۔ رائے بھنگا کے پرشاد غنیمت کے مشاعرہ ۱۲۷۱ھ کی روداد میں ان کا ذکر اور یہ غزل پالی گئی۔

گر کروں نظم میں صفا رخ جانان پیدا
مطلع نور سے ہو مطلع دیوان پیدا
سرو قد تو ہے دین غنیمت و عارض گل ہے
تو نے اے شوخ کیا حسن گستاں پیدا
قد موزوں سے ترے اس کو بھلا کیا نسبت
یہ نزاکت کو کرے سرو گلستاں پیدا
جاتے ہی فصل بہار کی خزاں کے باعث
تختہ گل میں ہوئے خار معیلاں پیدا
جوش پر آئے ہمارا جو یہ سیلاب سترنگت
کشتی نوح سے ہوئے ابھی طوفاں پیدا
نہیٹا سرخند کیا سوز و رور کو لیکن
دیدہ تر نے کیا یہ غم پنہاں پیدا
قدر مختار کی لازم ہے سخن دانوں کو
پھر نہ ہو گا کبھی ایسا بھی سخن دان پیدا

(۴۳) شاد۔ بابو گنگا پرشاد عظیم آبادی۔ رائے بھنگا کے پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی روداد ۱۲۷۱ھ میں ان کی یہ سزلیں میں زیادہ حالات معلوم نہیں۔

جلوہ گر جس گھر میں تو اے ماہ انور ہو گیا
ماہ ہر روزن ہوا ہر ذرہ اختر ہو گیا
کس طرح آوے جواب نامہ نہ دید ہو
بہل شیدا گل رخ کا کبوتر ہو گیا
فصل گل میں کیوں نہیں ملتا پریل کا داغ
بچھٹنے سے گل یہ کیا سرخاں کا بر ہو گیا
تو خداے حسن ہو ملتا ترا معراج ہے
یاں تیرے جو گیا عشق ہمہ ہو گیا
آتے ہی فصل بہار فی کے ملا جاں شراب
گل کی کلیوں سے لبط سے کو کبھی کیا ہو گیا
خیر سے تو ملتفت ہو مگو حسرت ہو گیا
جس کو تم ناچیز سمجھے تھے وہ عیس ہو گیا
سن کے میرے شعر کو کہنے لگے ایں سخن
شاد بھی اس عمر میں کیا ہی سخن ہو گیا

نہا جز۔ وہ کہلا پر شاہِ غلیم آبادی تھا کہ وہ عشقِ ہیرا لال شکیب

تاریخِ شعر ہے ہر اریں ان کا ایک شعر یا ایک لفظ ان کی تین عزیز رشتی کے
 کندہ سستہ سوم و چہارم و پنجم (۱) میں موجود ہیں وہ اس طرح نقل کیے ہیں

اندوہ ویا تہ ہے کہ رسالہ سیاہ کا

یا چھا گیا فلک پہ دھواں میری راہ کا

اٹھ جائیگا رواج ڈالنے سے چاہ کا

بگھتا ہوا چراغ ہوں میں صبح کا

کشتہ نہیں جو کون خزانگہ نگاہ کا

معلوم ہو گا حال مرے بعد چاہ کا

اب تک نہ ہی بھر فلک کعبہ تو راہ کا

کیا خضر حاضر دیو میں گم کردہ راہ کا

یہ دل عرف ہو کسی تیرے نگاہ کا

خود اعتراض، جھکے ہے اپنے گناہ کا

کچھ بھی تو کہنا ماننے اس خبر خواہ کا

کتنے دنوں جھکے سے برائے چاہ کا

بند رہے تو آپ کے تیرے نگاہ کا

آنا یہ گیر گھیر کے ابر سبب کا

کرنا یہ بے سبب نہیں کہ آہ کا

منزل ہو دور سر پہ جو بوجھانے کا

پر و اسٹاپ کیا ہے جو بوجھانے کا

انکر ہے اپنے ساتھ خم و رخ و آہ کا

یہ اور ہے کہ عکس ہے بخت سیاہ کا

گر ہے یہی طریق تری رسم و راہ کا

تو سوزِ دل ہے اتوں نہ شکر تو راہ کا

اسی پیغمبر گئیں یہ نہ کس کس کا دل سیا

یوں ہی رفیق ناز اٹھا میں گے آپ کے

خبر کیا خراب کیا عجب کہ تہہ بھی

میری تو راہ عشق میں کی کچھ نہ میری

سینہ میں اپنے طائر سبیل راہ و پلپاں

ابرو کے بوسہ پر میں منزاہ اقبال ہوں

پہرہ و زکھر رقیبوں کے جاہان بھے

تک عمر شکاک یوسف کفان کی تلاش

ہو سے مرے تہہ کے دل کو کل گیا

رنگِ شبِ شراق ہیں اندھیرا و رہے

یہ سوا کر چکا یہ دل ہم سے ایک دن

تک عدم میں اپنا پوجنا محال ہے

منہ دیکھنے کی ان کے تو صورت نہیں ہی

باقی نشاں گدا کا ہے نے با و شام کا
 بجلی جو حسین کا نام وہ شعلہ ہے آہ کا
 قاتل بھلا ہے اس تری تیغ ننگا ہو گا
 یوں بجا رہا جو جو تری تری خنداں کی جاہ کا
 اور یاں سے لے چلے میں تری تری گناہ کا
 کیا تباہ اس کے ساتھ خور و شید و ماہ کا
 یہ شعلہ جو ہے تجھے ستام و پیکام کا
 پھر تری نظر سے تھرا ہو گا ننگا ہو گا
 اک شور تری تری تری تری تری تری تری تری
 کشتہ جو تھا کسی کی میں پھر سبام کا
 کسو اسطے اٹھاوں میں احساں ننگا کا
 بزم سخن میں شور و آواہ و آواہ

دیگر

پر تری دل اپرا بدست تری تری تری
 خود آگے میں اور جو تری تری تری
 جو روں سے تری تری تری تری تری
 تری تری تری تری تری تری تری تری
 وہ درویش تری تری تری تری تری
 تری تری تری تری تری تری تری تری
 تری تری تری تری تری تری تری تری

اس آسماں نے خاک میں کو ملا دیا
 کہتے ہیں ابر تر جسے وہ اپنا اشک ہو
 احساں سے موت کے مجھے تو نے بجا لیا
 گر گر کنویں میں جان میں بدوں گدا کن
 نے عدم سے بستی میں تھے خالی ہاتھ ہم
 دو لوں میں تری تری تری تری تری تری
 و اعظا چھڑا یا پنا ہتا ہے شعل عشق تو
 تری تری تری تری تری تری تری تری
 و گز کفن سوا تو نے کچھ سا تھ لے گیا
 خاک بچد سے تری تری تری تری تری
 ہے دل کے آئینہ میں تری تری تری تری
 عاجزیہ وہ عزوں کو کہ فیض تکلیب سے

نمکن نہیں ہم سے کہ کبھی ترک تری تری
 لے جذب محبت تری تری تری تری تری
 انسان ہو چسپن میں تری تری تری تری
 لے زلفت معنی تری تری تری تری تری
 اچھا نہیں ہوتا مر میں تری تری تری
 کیا جرم و گناہ کیا میری تری تری تری
 کیا حسن تری تری تری تری تری تری

عاشق یہ جوانی پہ کسی کی نہ مورا ہو
 جانسیر ہے یہ دل دکھتے کیا سوچتے کیا ہو
 اس زلف مسلسل میں الجھتا رہا ہو
 خیال کی آواز سے نشہ نہ پیا ہو
 پھر کہوں نہ یہ زخم دل صد چاک ہرا ہو
 کہہ بیٹھیں جو کچھ ہم بھی تو کیا جانے کیا ہو
 کس طرح ٹھلے جی میں کسی کے جو دغا ہو
 اب تڑپو پڑے حضرت دل اور کرا ہو
 پر غم بسیر ہونے کی صورت کہو کیا ہو
 چل دور ہولے باد صبا یاں سے مورا ہو
 غیرت کی جگہ یہ ہے کہ تم غیر کو چاہو
 دل حسین کا تری اکھٹی جوانی پہ پسا ہو
 جب تک کہ بنے تم سے محبت کو بنا ہو
 اجل تو ٹھکر اچکا دے اپنا فراق میں جانے کیا ہو
 دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے
 دی ہیں یہ جن معجزہ سے ہمیشہ مرے جیا کرینگے
 اجل تو آجا کہ بولے صحت کہاں تک دکھ سہا کرینگے
 نہ جانتے تھے کہ دل کو لیکر ہم سے کسی دغا کرینگے
 اگر سو زردوں سلا دھو میں ہی سے اٹھا کرینگے
 چھوڑیں گے ہم نبیوں سے ماتم والہ سب سہا کرینگے

بے وجہ نہیں اس فلک پیر کو گردش
 منظور نظر ہوئے تو لے جاؤ اڑا کر
 شک ہے دل گم گشتہ پہ اپنے تو یہی ہے
 چلتے تو ہو انکھیلیوں کی پتال مریاں
 سینے سے لپٹ جاؤ جو لے کمان ملاحت
 ہر بات پہ شہر کرتے ہو ہر دم ہو اکھتے
 کیا جانتے تھے لے کے مگر جا میں گئے دل
 کر بیٹھے یوں ہی عشق بتاں سمجھے نہ بوتھے
 ہم عشق بتاں چھوڑ تو دیں حضرت ناہم
 لالی نہ کبھی نکھت کیسوئے معین
 تم وہ ہو کہ تم پر ہیں ندایم سے ہزاروں
 کیونکر کف افسوس نہ حضرت سے ملے وہ
 عاجز نہ رکھو چشم و قاما پر رخوں سے
 بغیر دیدار سے جاناں کہتے رہا کریں گے
 یمن والے کسی پہ لے دل کبھی نہ مہر و وفا کریں گے
 کہے جو اس بت مرے زندہ لگے سب پس میں،
 دور دیلو کی اتو شدت بہت بولے ہماری حالت
 توں سمجھے تھے جو دلبر یہ نکلے یہ اتو سخت پھر
 بھر ہی دل میں بخار کلفت تپ حلالی کی و چرا
 نہ بک تو بہودہ ناہم اتنا دماغ میرا عبت نہ تو

قسم جو جب کہ دم میں تو کبھی ترک وفا کرنے لگے
 رہی تو اک بان تن میں سے اسے بھی اک فدا کرنے لگے
 جو یوں ہی ایساں وزاوشب لگے یہ سبے گیسو بنا کر ننگے
 جو ان نام خدا جو ہو تو اک قیامت بنا کر ننگے
 بے کاسکل جناب گردوں یوں ہی طوفانا اٹھا لینگے
 پھر یہ ہر اک طرف لڑے سہلے درپے سوا کر ننگے
 زو مورس طرح زخم دل کے چاک کھنک سیا کر ننگے
 کریں کب تجھ سے یہ محبت ہمیشہ تو رہنا کر ننگے

کر و جو جو رہنا سو کم ہو نہیں اس کچھ لہو
 کیا دل میں تم یہ صد تے عزیز کچھ بھی اٹھانہ تم سے
 میں عشاق خاک میں پھر یاد دوانے کو کبوا
 چلن کر کین میں نہ ارا بھی سے جاتے ہیں بانگین سے
 یہ جوش پر لشک کا جو جیوں ہو گئے غرق کوہ وادو
 یہی میں گردنے جنوں کے تو بھر کے دامن میں شاگر پز
 جنوں کے ہاتھوں تک آئے بہا رتیبانی ماننے لگے
 نہ کر تو عاجز توں الفت یہ کھلا انکی بھولی صورت

(۲۵) نسیم۔ بابو ہر چرن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہیں۔
 رائے جی جی تھ پر شاد سنگہ کے مشاعرہ کے لکھ کی بیاض میں ان کی یہ غزلیں پالی گئیں۔

یہ بیٹھا کھے ہر اباہ یا ہو جائے
 خارا کھوں گے تلے نرگس شہلا ہو جائے
 کوئی جاناں کہیں سیل سے دریا ہو جائے
 گر تصور میں کہیں وہ قد بالا ہو جائے
 منفعیل دیکھ کے کیوں نہ سبھا ہو جائے
 طرفتہ العین میں عالم تہ و بالا ہو جائے
 شہرت و صل لہو و اکھی اچھا ہو جائے
 جا کھنہا کا متفر سے دھوکا ہو جائے
 باغ میں ہنس کے وہ بولے تو یہ سوا ہو جائے
 بال آئینہ میں کسے بت ناداں پیدا
 زخم بھی موتے ہیں اس تیغ کے خنداں پیدا

دست زنگیں کا ترے محک جو سودا ہو جائے
 نرگسی چشم کو گل اس کے جو دکھوں میں کہیں
 اس کی ذقت میں ان آنکھوں کو وار کھتا ہوں
 پیرے معایم ہوں یہ سر و سہی باغ میں سب
 چشم جادو کے اثنائے سے جسے میں مرے
 یہاں نظر دے جو پھر کر کبھی دیکھے قاتل
 ال ہمار تب بھر کو کہتے ہیں طبیب
 نرگسی چشم یہ نسبت کو دیکھے باقی
 شوخی غنیمت بہت دیکھ رہا ہوں میں نسیم
 دل میں بے غلس قسم زلف پریشاں پیدا
 کیوں شہادت کے لئے لوگ تمنا نہ کریں

کھل داغ اس نے ہزاروں ہائے میں محلو
 کیا میں تشبیہوں اول لبناں کے سے
 کیوں لاتے ہو بس آجاؤ گلے لگ جاؤ
 عشق مزرگان ستمگر کے جو موت آتی تھی
 ہے پر نراوں سے اب تم کو ہشتاد
 میری لڑائی جو ہر دم پر ہو کر رہی ہے
 اس کی رفتار سے تشبیہ سراپا بے غافل
 آنکو دکھانا ہے کہا اس نے جن میں جا کر
 اے تصویر تری اتنی تو خنایاں تار ہے
 مر رہا ہوں غم فرقت میں تجھے بڑی گریز
 خواہے کچھ جو زینہا کی طرح میں نے نسیم

شکر ہے دل میں ہوا ایک گھٹاں پیا
 ایسا رنگ تو کرے لعل بدخشاں پیا
 کو چکے تم تو بہت فتنے مری جاں پیا
 مرے مدد سے جوئے خار معیناں پیا
 ہم بھی دنیا میں ہوئے رشک سبھاں پیا
 خوب اک شمع یہ کی تم نے مری جاں پیا
 یہ فیلائے تو کرے کباب خراماں پیا
 رنگیں ہوتی ہیں کیوں باغ میں حیراں پیا
 جب خیال آئے تو ہو جلوہ جاناں پیا
 او پری کچھ کھلی تو کرا لخت انسان پیا
 میری نظروں میں تو جلوہ جاناں پیا

امندرج ذیل غزل اول ورق غائب ہونے سے ناتمام ہے

خالی دھڑکی اس کتابی رخ کے جلوہ چریا
 کیا کوں سوز تب حیراں کی گری لاماں
 جب کہا ہم نے کہ سکار غار منہ روئے کوی
 اے جنوں سو داہڑ کس محبوب سیم اندام
 نامہ بر کی کچھ نہیں حاجت ہے مگر او پری
 مہر کے مہر عہ کو کا سکا مظر باغیاں
 بن کر سے ادھن بدن تھے جو تم گل گشت کو
 سوز غم کتب پر نامہ میں مہر سے قادرا

پارہ پارہ کیا مجھے قرآن از بر ہو گیا
 آبدل کا سر ہر ایک انگر ہو گیا
 ہنس کے بولے ہر ایک یہ کیوں کر ہو گیا
 لفظ شہیر لفظ پائیز کی زیور ہو گیا
 عشق سے امہ جاں کوی کوی تر ہو گیا
 گر تمہارے قد لہر کے برابر ہو گیا
 قارا کھوریاں جاناں ہر گل تر ہو گیا
 مرغ نامہ یہ سارا اکہ سمٹ رہو گیا

یاد میں اُس کتابی رخ کے ایساں کھل گیا
 کیا کہوں وہیہ غبارِ خاطرِ نازاں نسیم
 استخوان ہر ایک میرا تار بستہ ہو گیا
 آج کل وہ تند خو ہر سے کندر ہو گیا
 (۳۶) غنیمت۔ راعے بجانہ پر شاد و خندان راعے کو سہل شدہ میں شہیم بود
 اردو شعر و شاعری سے خاص شخصیت کہتے تھے۔

انہوں نے اپنے مکان پر ۱۲۱ھ میں بڑے دھوم و دھام سے شاعر
 کئے تھے۔ دو شاعروں کی غزلیں تاریخِ متاعِ اور شاعر کے نام و نخلص کے ساتھ
 ایک بیانوں میں راقم کی نگاہ سے گذریں ان شاعروں میں غلام آبادی کے اکثر شاعر
 شعر اشراک ہونے لگے غنیمت کی غزلیں اسی بیانی سے نقل کی جاتی ہیں۔
 نونے گل لاناٹوں پر صبرت جو در اکلاد
 چال اماں کہے شہر جو تباہ کھلا
 گرمی آتش ہے دو در حنا دکھلا
 جا کے گلشن میں نکلوں کہ لہریا دکھلا
 رات بھر نین نہیں آتی سے بیانی سے
 سینہ کر چاک دکھاؤں نہیں دل پہنچ گیا
 منہ کی خوبان پر یہ و کو کھلا
 بندنا توس کی آواز ہونی نالوں کے
 گر نہیں دام میں لانا بوسہا دستہ کو
 چال میں کئے تیر کا چال سے جھٹکتے ہیں
 زلف بھر او ذرا پھر ہ نورانی پر
 صاف ہر ذرہ میں ہوا بوسہ جاں پیدا
 تیرے دانتوں کے تصور میں زمین و آسمان
 کہا نہیں کر یہ شہم پر جسی اتنی ہے

پھاڑنے کے لئے کرتے ہیں گریباں پیدا
 خانہ چشتم میں ہو جلوہ جاناں پیدا
 آبداری تو کرے گوہر غلطاں پیدا
 مچھے میں رونے کو بس دیدہ گریباں پیدا
 آہ آتش بار کا ہر مشعلہ اختر ہو گیا
 آج میرے گھر میں سو سو بار دبر ہو گیا
 دامن دریا بھی اب تو اشک سے تر ہو گیا
 دل ہمارا چوٹ کھاتے کھاتے پتھر ہو گیا
 خار جابے فرسنگ گل ہر تار بستر ہو گیا
 خانہ زنداں مرے رہنے کو کیا گھر ہو گیا
 دل ہمارا عبیر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

شاد۔ بابو سینا پت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔
 ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ ۱۲۷۷ھ ص ۱۲۷ پالی گئیں وہ اس
 جگہ جسدِ نقل کی جاتی ہیں۔

تازہ مضمون کر اے شاد سخداں پیدا
 تیرے کوچہ سے ہوا روضہ رضواں پیدا
 رنگ باقوت کرے گوہر غلطاں پیدا
 فصل گل الی ہوا باغ میں ریجاں پیدا
 سرو کا شاخ سے ہو پنچہ مرجاں پیدا
 ہرستکے سے قمر کرتی ہوا فستاں پیدا

گل بھی دیوانے ہوئے کیا ترے اے شک تمہیں
 دیدہ دل سے اسے دیکھوں تمنا ہے یہی
 کیا میں تشبیہوں سلاک رندان سے ترے
 فرقت یار میں ونا ہوں غنیمت دن رات
 جب مرے دل کو خیال ماہ پیکر ہو گیا
 داہ رے تاثیر جذب نارہ شبگیر کی
 کیا ہی طوفاں خیز ہوئے حشر موج آستیں
 اس قدر صدمے اٹھائے تیری فرقت کے ہنم
 بے کلی محکوشب ہجر اں رہی اے شک گل
 کس پر ہی پیکر کا سودا ملی ہوں و خوش ہوں
 اے غنیمت اب بقول آتش زنگیں بیاں

شاد۔ بابو سینا پت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔
 ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ ۱۲۷۷ھ ص ۱۲۷ پالی گئیں وہ اس
 جگہ جسدِ نقل کی جاتی ہیں۔

بعد مدت یہ ہوئی صحبت یاراں پیدا
 عرض ہے جو ہر عارض کا ترے چہرہ تور
 گر تھلیں لعل گہر بار ترے دریا میں
 سبزہ خط کی رخ یار سے تازہ بہار
 باغ میں دست حنا بار ترے کھلائے
 پر تو رخ سے ہر اک ذرہ ہوا مہر نیر

گر یہ ابر سے ہو گا گل خداں پیدا
 فدائے گلِ رجاں میں تھے میں کو صعداں میں
 کھدا تھا نام تیرا لے پر ہی مہر سلیمان میں
 سے گلگدن کا پینا لطف دیتا ہو گلستاں میں
 سے عاشق ہوئے بت تو آیا فرق ایاں میں
 کہ ناطق اور مطلق کا ہو فرق انسانوں میں
 گل و بلبل کو دیکھا ہم نے جب ہم گلستاں میں
 ملا دیتے ہیں اپنی نظر کو ہم علم سبحاں میں
 فرود - بابو کا لی پت عظیم آبادی غالباً با یوسیتا پت شاد کے قرابت مند

تھے ان کی سز نہیں مع نام و تخلص راے جینا فقہ پر شاد سنگد کے مشاعرہ
 (۲۸) لکھی جانتا میں پالی گیش جو اس جگہ بھنسنہ درج کی جاتی ہیں۔

بدلے ز مزم کے ہوا چاہ نہ بخدا پیدا
 چاں تیری جو کرے کبک خراماں پیدا
 یہ نزارنگ کیا تم نے سری جاں پیدا
 تیرا ثانی نہ ہو پار کوئی جاناں پیدا
 شاخ نسریا سے ہوا پتیرا مریاں پیدا
 پرچ آبی سے ہوا ہر درختاں پریدا
 ابتدا ہی سے کرو طرز سخن داں پیدا
 نہ اکدم چین ہو گھر میں نہ آسائش بیاباں پیدا
 لگے ہیں جیجا پھندے رگ گل کے گلستاں میں

شاد دل شاد ہوتی ہے پہلی فصل بہار
 ہمیں کیا گل سے جس جا میں گلستاں میں
 ممکن تھا کہ ہوتا ایک عالم تابع فرمان
 کوئی ساقی سے کہدے آئے گلستاں میں برآئی
 خدائی میں ہو بد نام کافر لوگ کہتے ہیں
 غزا لوگ تری آنکھوں کی نسبت مناسب سے
 بیجا یک پھر گئے آنکھوں میں نیا مان شب و صدمت
 سخن سنجی کا ہم بھی ادعا ہے شاد کہتے ہیں

لہا قی ابرو سے ہوا کعبہ ایماں پیرا
 ٹھو کرینا کھا کے ہوں پامال اکو حستی و شت
 مہندی مٹا کے تیوں سے جلا یا بھلو
 حسن کا یوسف کنعان کے فقط شہرہ فضا
 ملی اس فنون سخن بونے جو مہندی تو کھلا
 عکس اس نہ جہیں کا جو پڑا پانی میں
 نظم پیرانی جو منظور ہے تم کو لے فرود
 کوئی وحشت زدہ مجھ سنانہ ہو گا دور ویریا
 سمجھ کر آئیاں بسیں رگنا شاد پگل کی

گلی بیٹے کی پتوں میں چھپنے لے شرم گمنہ کو
 دل باری میں رہتی جو خدا کے حسن کی صورت
 نہ دیکھا ویدہ انصاف نے جھٹسا کوئی دلیر
 تھا اسے ست گنبد کی نزاکت کو کھری تانی
 ہمیں فرد کو کچھ شرم جو تو نظروں سے غایب ہے
 تہا سے داغ نکل جا میں اگر گریزناں میں
 تفسیر یوں ہی اک بہت کا جو میر و بیچلی
 برنگ شمع کو جنت رہا بزم حسیناں میں
 نہ کیوں مرجاں چھپاے منہ کھن دریا غما میں
 تری شکل آئینہ و پھر جا و چشم حیراں میں

(۴۱۹)

حسن مثنوی - لارہ ماڈرن کا لیکچر سرگیا باسٹو عظیم آباد کے مشاہیر شعر میں
 غننے عرصہ تک مظفر پور میں منصفی کے عہدہ پر تھایا رہے اور ۱۸۸۹ء میں
 گیا ہر صدر اعلیٰ تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔
 پرویز علی عہدہ سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ خاں بہادر مولوی سید خیرات محمد
 صاحب محب بیٹے۔ بی الی ساکن پالی ور میں گین سے بہت ربط رکھتے تھے چنانچہ
 انہوں نے اپنی تصنیف خمسہ کاملہ میں لکھا ہے کہ اسے مائادین شرم کی تحویل
 میں شریک ہوا کرتے ہیں اور انہیں کی سعی سے میر ہادی وحید صاحب ۱۸۸۶ء
 میں گیا تشریف لائے اور سال بسال آیا کرتے رہے صاحب اظہار سے خاص
 عقیدت رکھتے تھے چنانچہ خمسہ کاملہ میں ان کی یہ رباعی بھی درج کی ہے۔

خوشادہ لوگ جو آئے ہیں بزم ماتم میں
 خوشادہ ہاتھ جو پیٹے حسین کے غم میں
 وہ دل ہو خاک از جس میں اہل بیت کا تم
 وہ آنکھ پھوٹے جو رونق نہ ہو محرم میں
 مذکورہ سخن شعرا میں ان کا ذکر اور یہ شعر پایا جاتا ہے۔

دیکھیں گے جس جو ر تو پھسلے گا دل ضرور
 جنت میں بھی یقیناً نہ آرام پائے دل
 لاسہ بچھاؤ پر شاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض (۱۸۸۷ء) میں انکی
 یہ غزلیں ملیں۔

داغ تھا جو اپنے سینے پر وہ اختر ہو گیا
 جس نے دیکھا آپ کو جامہ سے باہر ہو گیا
 دامن ابرہہ می دیر نہ تہہ سے ہو گیا
 خبر کی آنکھوں کا ڈھیلا ٹنگو پتھر ہو گیا
 ابروں کے ہوش اڑنے کے لئے پر ہو گیا
 دوج بے نکل کا جھونکا محابو پتھر ہو گیا
 کیا غم قبروں میں چھپا لیا کا پتھر ہو گیا
 خط کے ٹارے اڑ گئے پرے کو تر ہو گیا
 آبِ حیاں محابو قاتل آبِ خیر ہو گیا
 حلقہ گرداب دریا محابو خیر ہو گیا
 دورِ جامِ مئے میں غلطوں میں شجر ہو گیا
 ہاتھ میں قاتل کے پانوں پانی خیر ہو گیا
 ہنس کیا گشتہ آج اپنا سفر ہو گیا
 اشک کا قطرہ ہو گیا ہاتھ اٹار ہو گیا
 وہ نہ آئے اور مراد وہاں برابر ہو گیا
 زخمِ دامن دار کھینچتے پادشاہ ہو گیا
 جو نہ ہونا تھا وہ سب لہ لہ ہو گیا
 دورِ جام سے یہاں سر لوٹ کر ہو گیا

ہم نہیں آکر تو وہ خورشید پیکر ہو گیا
 کیا قیامت ہو پٹا زعفرانی آپ کا
 بتلا۔ وہاں ہوں بری ہوئی اس کے گشتِ غم
 اس نے وہاں نکھیں لڑی چوٹیاں لہ لہ کی
 ایک نکل جب بار دوشن باد صبر ہو گیا
 تھے لہ لہ میں نازک نکل تھے بجائے ناز میں
 تو نہیں آتا کسی صورت سے یہ لیتا نہیں
 اڑتی پرتی یہ خیر پیکر صبا نے دی مجھے
 نہ لگی کلا لطف محابو جان دینے میں ملا
 بے ترے لے بھر تو بیجا جب نہانے میں گیا
 یاد میں اک بادہ کس کی دل فنا ہونے لگا
 سخت جانی نے مری اس کو ایشیاں لڑیا
 ہزم میں دیکھا جو محابو اس آنکھیں پھر میں
 آگ پانی میں لکاتا ہے ہمارا سوزِ دل
 حسرتیں حور کی گھٹیں سب سے دل میں لگھیں
 تیغ قاتل کی بدولت اپنا پردہ لہ گیا
 خلق کے طعنے سے زوا کے دورِ پیر
 دشت میں بچے ناواں کو بے سرگرداں کیا

سینہ تو لگتے تھے مگر ماسرا لگتے تھے

ایک دن باقی تھا وہ بھی درو کا گھر ہو گیا

کے گل پیرن کی جب ہوئی آنگیتاں میں
 مہے میں بکھا کر یا درنگ سبز جاناں میں
 یہ کس وحشت زدہ کی خاک سے مرنے پہنرا
 جہاں جو رنگ و عیاں... لطف دیتا ہے
 سبک سیرن جانے کی سنا ہی کون کرتا ہے
 شکر خوروں کو دیا تو شکر امدادے زاہد
 سنگھا کر بونے زلف غنبریں ان کو پاروں
 نظر بازی کا لپکا قید میں بھی محکوم رہتا ہے
 نہ دیکھا جلتے جی صیاد کلشن کی اگر خصمت
 مہا کیوں کو میری طرح اوارہ پھرتی ہے
 تری زلفوں سے کیا تشبیہوں کی مقابل میں
 تصویرات دن رہتا تو خوش چشموں کا آئینہ
 تجھے کہتے نہ تھے ہم زمزمہ سخی نہ کر لبس
 ریضان محبت ہوں دو اکے کس لئے طالب
 کیا تو چشمی زخمی تجھے تیغ تبسم نے
 چشمی روتے ہو کیوں میں ماہ پیکر سیکڑوں
 گندی رنگ ان کا کیا ہی اک بلے جان ہے
 شکل میری بچھ کے کہتے لگے وہ ناز سے
 کرو یا ضبط قنات جا بجا سینہ کو چاک
 آپ کی ڈیوڑھی نشی کیا کوئی زیارہ گاہ ہے

ارازنگ چمن غنچوں منہ ڈالا گریباں میں
 بنایا جامے، فن ہمارا کشت ہر تھاں میں
 بگولا نکلے اڑتی پھرتی ہو دشت بیاباں میں
 بگولا دشت میں ہو جائے نکت گلستاں میں
 نسیم صبح کا مانع نہیں کوئی گلستاں میں
 شراب پاک ہو رندوں کا حصہ مرغ رضواں میں
 تڑپے یوانوں کو غش غش آتے میں ندان میں
 چڑی میں پئی آنکھیں وزن دیوار نہ ایں
 بوسے پر خاک بسیل اڑ کے پونچے گلستاں میں
 مگر اس کا بھی دل الجھا کسی کی زلف پچاں میں
 نہ ایسے خم ہیں پچاں میں یہ بو عشق پچاں میں
 ہوا ہو آسٹیاں مرغ نظر کا رنگستاں میں
 تری آواز پر صیاد پھر ہو پچا گلستاں میں
 مسیحا جو مزا ہو درد میں وہ کپے درماں میں
 گل خنداں کا عالم ہو جائے خم خنداں میں
 دل سلا ہے تول جائیں گے دلیر سیکڑوں
 آسپائے عشق میں اتے ہیں پس کر سیکڑوں
 ایسے دیوانے پڑے پھرتے ہیں رد سیکڑوں
 ہو گئے دل کی نظر بازی کو اب رد سیکڑوں
 جب نہ تب دیکھو گئے رہتے ہیں رد سیکڑوں

مر گئے مثل حنا عشاق پس کر سیکڑوں
 حوروش لاکھوں ٹپے ہیں ماہ پیکر سیکڑوں
 خاک بلبیل سے ہوا ہے یہ گلستاں پیدا
 چاک کرنے کو ہوا ہے یہ گر میاں پیدا
 چادر اشک کر اور دیدہ گر میاں پیدا
 ہو رگ بر بہاری سے رگ جاں پیدا
 کیا عجب خاک سے مری ہو نیستاں پیدا
 پھر نہ ہو سیکھا کوئی سلسلہ جنباں پیدا
 بڑھ کے کی درد نے خاصیت رماں پیدا
 روز ہوتے ہیں نئے جان کے خواہاں پیدا
 کیوں ہوئی پھر یہ بلائے شب ہجران پیدا
 گر پری ہو تو کریں ہم بھی پری خواں پیدا
 وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ گلستاں پیدا
 صورت آئینہ آنکھیں ہوئیں حیران پیدا
 گرمی حسن نے کی آلتش پنہاں پیدا
 نہ ہو اچھل کوئی جز حسرت و حراماں پیدا
 جنسوں کا نہ ہو ایک کھی خواہاں پیدا
 پھر کیا ربط رفیدیوں سے مری جاں پیدا
 مصرعہ قامت موزوں کے ہو دیواں پیدا
 سارے مضمون ہو دست گر میاں پیدا

دست رس پائے نگارین تک نہیں تو تا نصیب
 حشمتی باز آؤ اس سے جی لگاؤ اور سے
 خندہ گل سے ہر مزدول نالاں پیدا
 دہن غنچہ نگار سے ہی آئی ہے صدا
 مردم دیدہ نہ اس پردہ نشین کو گھوڑیں
 جان آئے تن بے جاں میں جو آئے بہار
 کشتہ ناوکِ مژگانِ ستمگرموں میں
 مرے دم تک بچے کیے کہ گل پیچاں کا یہ پل
 رفتہ رفتہ غم فرقت میں ہوا اپنا وصال
 مار دکھا تو حسینوں کی ادا ہوں نے مجھے
 صدے کچھ کم تو نہ کھئے گور کی اندھیری کے
 آدمی ہو تو سماجت پہ مری رحم کرو
 پر تو حسن رخ یار کا یہ سب ہے ملمس
 تھا ازل سے تو میں اس حسن خدا داد کا نحو
 دیکھ کر شعلہ رخسار کو دل خاک ہوا
 کیسی ساعت میں لگایا غما یہ نخل امید
 لیکے بازار حسیناں میں اسے نوب کھریے
 تسمیں کھائی کھتیں وہ کھئے کھئے چھلکے کیسے
 لے پری چہرہ سراپا جو ترا نظم کروں
 جب ہوئی فکر سخن تیری ہم آغوشی میں

حشمتی بڑھتی ہی جاتی ہے یہ بیماری دل کوئی اس ر دکا ہوتا نہیں رہاں پیدا
 ۵۰ پدر۔ راجا گنگا پرشا و شاگرد گل محمد خاں ناطق کرائی زیادہ حال
 معلوم نہ ہو ایشتر فارسی کہتے تھے ان کی دو عزیزیں فارسی میں حشمتی کے مشاعرہ
 پورم کے گلدستہ میں نظر سے گزریا وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔ تاریخ
 شعراء بہار میں ان کا صرف ایک ہی شعر مندرج ہے۔

غزل

اول از بارگہ عشق شامم دادند
 ناخدا ترس بتانند کہ از صندلی
 آستینے نفشانند چشم نمناک
 دلے بیرتھی و فریاد از بی بیدادی
 دل بدادند مگر صاعقہ کردار طپاں
 دو ششم از بار فراقش نہ سبک شد از لیت
 گردش چرخ بیک چشم زدن پس انگذ
 لے دل ناخستہ خوبند لب آہ کشا
 شکوہ نیست بجز شکر و صبوحی لے بدر
 تا کہ سو لے سر زلف بتا تم دادند
 طاقتم لہاق مرصہاے فراقش کردند
 چشم بد دور کہ از ساعر چشم بدست
 چہ زخم کام بہ میدان فرایع عشرت
 از منے صاف محبت چو حقم بشتر دند
 بعد از بی منصب فریاد و فغانم دادند
 شیشہ دل بشکستند و ہکانم دادند
 بدم مرگ کفن ز آب روانم دادند
 دل ر بوندند بشاروی غم جانم دادند
 چشم دادند ولے اشک، نشانم دادند
 بعد مردن بہ کہ این خرقہ ندانم دادند
 پیش از بی آنکہ ہمہ شوکت شامم دادند
 مژدہ ز آمدان سرور و انم دادند
 گرچہ صد داغ بدل ماہ رخام دادند
 پائے زخم زنجیر گم نام دادند
 قوت صفت سراپا بہ تو انم دادند
 بادہ ہوش را با مغنیہ گام دادند
 در کف طالع پالنگ عنانم دادند
 جرغہ چند مادام بد ہانم دادند

سدا لھار کہ بالاف زنی کائے نیست
 خدمت دشت نوردی جو بپایاں آمد
 صفت عاجزی و ضبط چنانم دادند
 از پے آہ زنی حکم روانم دادند
 ہمت تاراج متاع دل و جانم دادند
 تو بدای بدر کہ گویا نہ ز بانم دادند
 جہل با جاہل اہل نتوان کرد خموش

(۵) شاد۔ رائے درگاہ پر شاد عظیم آبادی راجا رام تراین موزوں
 کے در شاہیں تھے مردان علی خاں رعنا کے شاگرد در شیدا در خود حساب دیوان
 تھے ان کا دیوان اور ان کی تصنیف سے ایک مثنوی موسوم شکوہ کعبیت
 کے قلمی نسخے گزشتہ سال پٹنہ کی اردو نمائش میں پیش کئے گئے تھے مثنوی غالباً
 طبع بھی ہوئی تھی لیکن اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں
 ان کا مختصر ذکر اور ایک شعر پایا جاتا ہے۔

دن کو جو شغل گریہ تو شب کو آہ کا
 کنور سکھراج بہادر رتھمی کے مشاعروں میں ۱۲۹۵ھ میں انہوں نے
 غزبیں پڑھی تھیں۔ تین گلدستوں میں ان کا کلام نظر سے گذرا جو اس جگہ
 نقل کیا جاتا ہے۔

سرسبز ہو یہ چمن ہمیشہ
 قایم رہے انجمن ہمیشہ
 ہیں سحر میں خستہ تن ہمیشہ
 پابند غنم و سخن ہمیشہ
 افسردہ چمن میں دیکھ بنگو
 گل رہتے ہیں خندہ زن ہمیشہ
 اے جان جہاں تمہیں ہے زیبا
 یہ ناز یہ بانگین ہمیشہ
 آخر کو یہی لباس ہوگا
 پہنے ہی ہو کفن ہمیشہ
 مرقد میں یاد رفتگان سے
 خلوت میں ہے انجمن ہمیشہ

بس دیکھ کے تیری شوخ چستی
 ثابت نہ ہوا دہن تمہارا
 تیغ ابرو کی یاد میں آہ
 یہ مشک ہوا نہ دور چہیں سے
 لے دل تو اگر ہے مایل عشق
 زنا رکھے میں عشق کا ہے
 پھر خط نہ ہو نکل کے غایب
 عاشق پائے وصال معشوق
 زلف مشکیں کی نکھتوں سے
 اللہ رے جو سن قلزم فکر
 مجھ سے دم بھر کی گرم جوشی
 شیریں نے کبھی نہ بات پوچھی
 گردن میں مری بندھی تازیت
 مجنوں ایک لیلیٰ کا بنا ہوں
 سو یا جو لپٹ کے رات وہ گل
 بس دیکھ کے میرے زخم سینہ
 ہے طبع رواں میں جو من مضمون
 دل کے دینے کا یہ مزاج ہے
 بوسہ کی طلب پہ وا قسمت
 اک رات کے وصل کی حد پر
 وحشت میں پھر ہرن ہمیشہ
 باتوں میں رہا سخن ہمیشہ
 رہتا ہوں میں خستہ تن ہمیشہ
 زلفوں میں رہی شکن ہمیشہ
 پڑھ قصہ نل دمن ہمیشہ
 اوس بت کا ہوں ہمیں ہمیشہ
 سورج میں رہا گمن ہمیشہ
 بلبیل کو ملے چمن ہمیشہ
 مہلکے چمن و ختن ہمیشہ
 مضمون ہے موج زن ہمیشہ
 خیروں سے ہے یہ چلن ہمیشہ
 مرتا رہا کوہ کن ہمیشہ
 ان گیسوؤں کی رسن ہمیشہ
 اس سے بھاتا ہے بن ہمیشہ
 سو تگھا کیا پیر ہن ہمیشہ
 ہوتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
 یہ پھر ہے موج زن ہمیشہ
 جھیلے رنج و مکن ہمیشہ
 پھرے ہے وہ دہن ہمیشہ
 دشمن کو رہی جلن ہمیشہ

ہے باعث فرحتِ دل و جاں
سو عذر کئے کبھی نہ آئے
پھولوں میں نہ جامہ میں سماؤں
سن سن کے مرا کلام اور شاد

دن کو جو شغل گر یہ ہے تو شب کو آہ کا
رکھنا نہ دیر کا نہ ٹھکے خاتقاہ کا
دشمن بنا دیا مجھے اک رشک ماہ کا
اجھا نتیجہ بھگو دکھایا سے جاہ کا
دکھلائے بیخ کھل شہزنگ کے ٹھکے
راتوں کھانے پینے میں ان کو خبر نہیں
رہتا ہے کچھ بھی باقی نہ مرقد میں اختیار
ہم سے ہو احتیاط رقیبوں سے احتیاط
اے اگر بگایہ وہ سفاک کینہ جو
قاتل لہور لائیکا یہ ظلم حشر میں
بے وجہ ہے ابھی سے قیامت کی بے رحمی
مڑگاں کی صفوں کھڑی ہے برابر جمی ہوئی
ما تو نہ مانو تم کو نے ہر طرح اختیار
موسیٰ لگا میں سرمہ طور اپنی آنکھ میں
اے شاد بھگو کچھ نہیں روز جزا کا علم
ہمارا یاد کر ہم سے جدا ہو
یہی ہے آرزو اپنی خدا سے

شغلِ شعر و سخن ہمیشہ
اچھا نہیں مکر و فن ہمیشہ
ہر میں جو ہو گلبدن ہمیشہ
دل شاد ہیں اہل فن ہمیشہ

پو تھو نہ حال کچھ میرے حال تباہ کا
یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا
یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا
یار بڑا ہو اختر بخت سیاہ کا
کیونکر نہ مشکوہ میں کروں بخت سیاہ کا
شاید اتر بھی جاتا رہا اپنی چاہ کا
ہے ایک حال اس میں گدا اور شاہ کا
ظالم نے خوب ٹھنک نکالا ہر چاہ کا
دنیا میں پھر محل نہیں کوئی پناہ کا
ناحق تو خون کرتا ہے مجھ بے گناہ کا
کیونکر کھلا خیال ہو تم سے بناہ کا
مشکل ہوا ہونچنا بھی تیر نکاہ کا
اجوال سن تو لو مر کے حال تباہ کا
بھگو ہو نور عین عیار اسالی کا
گھنٹا ہوں میں وسیلہ تیرے الہ کا
خدا جانے ہمارا حال کیا ہو
کہ اس بت سے برآں کیا ہو

ہوا کھنڈی ہے بھلی کو ندرتی ہے
 ہوا دل نادرک مڑکاں سے گھائل
 ہمارے ان کے ہوگا فیصلہ جب
 طیبیوں نے کیا ہر چند دار
 رہے اب شاد کبتک زارونالان
 یہ الفت نے مجھے وحشت عطا کی
 چھوٹی جب زلف مشکیں دلربا کی
 کیا ایفانہ تم نے وعدہ وصل
 فقط تقریر چھوٹی تھی زبانی
 خیال قدموزوں سے پس از مرگ
 جو مانگا بوسہ زلف مغنبر
 کئی دن سے ہے بدلا رنگ گلشن
 یہ آتی ہے صد اتریت سے مردم
 مجھے سو داسے زلف مشکبو کا
 یقین ہے منزل مقصود ہر ایک
 نہ پایا بیت کو گو پھکا بہت سر
 بہت دریائے الفت میں ہے شرق
 کبھی چلا کے میں رویا نہیں ہوں
 چھٹا صبح دم غنچوں کا گلچیں
 فرا دنیا کا جنت میں کہاں ہے

ستم ہے وہ اگر ہم سے جدا ہو
 ایسا سے اور کیا جور و جفا ہو
 ادھر وہ ہو ادھر میری قضا ہو
 مرفیق عشق ہوں کیونکر تنفا ہو
 تری خاطر میں کیونکر یہ روا ہو
 جنوں نے آکے میرے دل میں جا کی
 کہا دل نے سرا سر یہ خطا کی
 وفا کی شرط گو میں نے ادا کی
 نہ دولت و غسل کی اک ان عطا کی
 قیامت قبر میں دل نے با کی
 یہ فرمایا کہ باتیں ہیں خطا کی
 مگر آمد ہے اس گلگوں قبا کی
 جفا کی تو نے اے ظالم جفا کی
 خطا کی آپ نے میری روبا کی
 مقام عشق میں شاہ و گدا کی
 خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی
 نہ دیکھی ہم نے صورت آشنا کی
 محبت ہے یہ چشم سرمہ سا کی
 سلامی ہے مگر باد صبا کی
 نہیں تو جور میں ناز و ادا کی

وہ جس دم مسکرائے قتل پر شاد ہوئی امید محکوموں خوں بہا کی
 (۵۲) طاہر۔ بابو پنجاب رائے خلف منشی چھان لال صاحب زبیدار
 ضلع تربیت متوطن موضع گھنوں پر گنہ سرسینا طاہر راجا دگرگا پر شاد
 شاد (جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے) کی سرکار میں دیوان تھے۔
 بیشتر عظیم آباد میں قیام رکھتے تھے منشی بہار علی لال فطرت نے اپنی
 کتاب اعیانہ تربیت صفحہ ۲۰۱ میں ان کو اپنا برادر عموی لکھا ہے۔
 ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کا
 گلدستہ مطبع منشی نول کشور کے اہتمام سے شایع ہوا تھا۔ طاہر نے
 مندرجہ ذیل غزل اس گلدستہ کے لئے لکھی تھی وہ اس جگہ نقل کی
 جاتی ہے۔

ماشاء اللہ ہے کیا تیرا معطر گیسو
 کیا کروں صاف کہ کیا ہے ترا دل گیسو
 لب سے آنکھوں سے زرخندان ہے خساروں
 سورج گرہن کا گماں ہے منجم کو ابھی
 عکس سے تاج مرتع کے یہ ہوتا ہے گماں
 آج کیا ہے کہ پریشانی ہے چہرہ سے غماں
 کیوں ادا سہی ہے یہ چہرہ پاکہواں کیا
 دست رسکایت ہو سزا سن و سما کی دریا
 یہ خطا اپنی ہے خود کردہ رایا و غلام
 بال کھولے زلب بام تم آؤں گز

نافہ مشک ختن سے کھھی ہے بہر گیسو
 سنبلستان ارم یا کہ معطر گیسو
 سب سے خوبی میں بڑھتا ہے ترا تیر گیسو
 رخ خورناب سے مل جائیں جو بے گیسو
 دشت طلحات میں ہو مومن گوہر گیسو
 کیوں نہ اسے یہ نظر آتے ہیں اتنے گیسو
 رشتے نیک رنگ ہیں کیوں اور کس گیسو
 آپکے ہاؤں تو ہیں آج فلک پر گیسو
 خود پشیمان ہوں پڑھا کر تھے سر گیسو
 کہیں میں جائیں نہ اڑ جائے کو تھپ گیسو

کیا لٹ پھری کیا شانِ خدا و طاہرِ شانہ گیسو پہ کھھی شانے کے اور گیسو

شایق ہنستی للتا پر شاد ابائی وطن فرخ آباد تھا عظیم آباد میں مستقل

سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو گئے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا

ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں ان کی یہ غزل ہے۔

نیرنگ دیکھ دیکھ کے اس کا رنگ گاہ کا سالک ہوا نہ کوئی محبت کی راہ کا

واقف نہیں کہ صدھی قریبوں کو کچھ گیا نام عاصیوں میں لکھدیا مجھ بے گناہ کا

کان ان کے بھر گئے ہیں قیدیوں کی بات سننے نہیں ہ قصہ کسی داد خواہ کا

کیا کیا نحوستیں وہ دکھاتا ہے رات دن شاید زحل ستارے بخت سیاہ کا

خنجرِ عبت دکھاتا ہے قاتل تو دم بدم مقتول میں تو ہوں تری تیغ نگاہ کا

کیوں مرغِ دل واسطے بھندے کی تلاش تم کم نہیں ہے چال سے زلفِ سیاہ کا

خوبانِ سبز خط کی جدائی سے ہمدردی کا ہمیدہ جسم پر میرے ڈھوکے کا

بے شرمی سے اگر رخ روشن کے پوچھو کا نور نور ہوئے رخ مہر و ماہ کا

تزیاق وصل سے مری غیبی نفسِ دا کا نا ہوا بول بھر کے مار سیاہ کا

وعدے کئے تھے آپ جو جو متب وصال ایسا جو کچھ تو مزا اٹھے چاہ کا

دوبے گا ایک دن تو بھر وصال میں شایق اگر ہے شوق تہ دل سچاہ کا

شمس۔ ہنستی پر پیشتر سہائے ساکن عظیم آباد۔ تاریخ شعرا

بہار میں بھی ان کا ذکر ہے انجمن رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۹۱ھ کے ایک

گلدستہ میں ان کی یہ غزل مندرج ہے۔

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے پر یہ حیرت ہے کہ اس کو چہ کیوں کر نکلے

دیکھ کے حسنِ براں منہ نکلتا ہے درود بھول بنگر مری نظروں میں ہاں پھر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں اور دل کہ فرماتے ہیں
 شمع کی طرح، جو م آج سے پروانوں کا
 شمس سے نوش نے لکھی غزل فرقت میں
 اوں گھر میں تھے میں غیر جو باہر نکلے
 کیا وہ رکھتے ہوئے سر پر کلمہ نہ لکھتے
 شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے

۵۵ قاصر۔ لالہ جگت بہاری لال با شندہ عظیم آباد کو چہ جو الال ل
 گزری صفیر بلگرامی کے شاگردوں میں تھے اور میر رضا حسین صاحب
 رئیس محلہ مذکور کے مدارالمہام تھے۔ تاریخ شعر بہار میں ان کے یہ شعر
 پائے جاتے ہیں۔

پہرے میں وصل پار کے سماں سے نئے
 آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار
 پھر دل میں جمع ہوتے ہیں رماں سے نئے
 بدے گا اب تو رنگ گلستاں سے نئے

۵۶ گیسو۔ بایونڈ کستور سنگ عظیم آبادی۔ تاریخ شعر بہار میں ان کا
 ایک مقطع پایا جاتا ہے پوری غزل نکلد سنہ انجمن رحمتی دستا عہ چہا م میں
 موجود ہے وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

کیا کیا ستم ہوا فلک کینہ خواہ کا
 دکھلاؤں گے اثر دل نالاں کی آہ کا
 مانگے جو مجھ سے جان بھی بیدوں ابھی سے
 مہتاب میں جو داغ نمایاں ہے کیا سبب
 قاتل نہ کر تو عاشقوں کو قتل بے خطا
 ہر روز آپ غیر وں گے رہتے ہیں عیش میں
 کب یہ حسین تجھ سے بنا ہیں گے دوستی
 ہماری محلو چھوڑ کے تنہا چلے گئے

لیکن نہ مکلا منہ سے کبھی نام آہ کا
 پرزہ اڑا پھرے فلک کینہ خواہ کا
 حالانکہ میں فقیر ہوں پر دل ہے شاہ کا
 سایہ پڑا ہے کیا مرے بخت سیاہ کا
 گردن پہ اپنی خون نہ لے بے گناہ کا
 خوش کچھے ایک دن تو دل اس غیر خواہ کا
 لے دل خیال رکھتا ہے کس سے بنا کا
 مشفق نہ حال پوچھے گم کردہ راہ کا

لحنت دل اپنا کھا یا ہے خون جگر پیا
 بدرنبر گھٹتا ہے ہر روز کس لئے
 اس ہستی دور وہ یہ و دن کے واسطے
 زوروں پہ وحشت لے تو جڑ سے کھاڑ دے
 الزام تجکو کیا دوں تری کچھ خطا نہیں
 یوں زار ہو کے تیری گلی میں پڑا ہوں
 گسیو نہ فکر کیجئے عقیقی کی دل میں آپ

۵۷ جمیل۔ لالہ امر چند ساکن آ رہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ ان کا کلام
 ان کے درشا کے پاس کھا رہا تم کو پتا نہ ملا۔ صفیر کے دیوان اول موسوم بہ
 صفیر بلبل میں جمیل کا کہا ہوا قطعہ تاریخ طبع ہے وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

میر فرزند احمد عالی ہمہ یعنی صفیر
 سال تاریخ ان دیوان کا جمیل خوشنوا
 ہیں وہی اس لرئیں و مرجع ہرناو پیر
 از سر زور طبیعت لکھ کلام نے نظر

۵۸ خیر۔ بابو بلدیو پر شاداگر وال باشندہ آ رہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔

اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ ان کا کلام
 بہت تھا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ شاہ قمر الدین حیدر قمر آہ ووا کی شہوی
 سراج دولت میں ان کا یہ قطعہ تاریخی فارسی میں طبع ہوا تھا۔

قطعہ

قمر صاحب طبع روشن بدہر
 بن عیسوی وقت اتمام طبع
 غیاں کردہ چوں حسن طبع نگو
 شدہ، نظم تر شد ز کلکم شنو
 صفیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۹۴

(۵۹) نظر۔ بابو باسدیو داس رئیس آردہ تلمیذ حکیم سید شاہ قمر الدین

حیدر قمر آروی عرف شاہ قمر۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام موجود تھا لیکن اب نایاب ہے اپنے استاد قمر کی منوی سراج دولت کی انہوں نے بھی تاریخ طبع کھی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نظم رنگیں قمر در عالم بہت عزت وہ گلزار بہشت
سین طبعش نظر از فکر رسا سحت شاقہ نظم نوشت

(۶۰) افسر۔ راجا پدماند سنگھ بہادر۔ راج بنیلی و کھرپور ضلع پورنیہ و بھاکپور کے مالک تھے۔ ۱۸۸۱ء میں انہیں سال کی عمر میں اپنے والد ہمارا جہ لیلانند سنگھ کی جگہ پرستہ نشین ہوئے اردو فارسی انگریزی اور ہنگامہ چار زبان میں کافی دستگاہ کھتے تھے۔ گاہ گاہ اشعار بھی کہتے تھے۔ خرم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دل میں حسرت نہ رہے آج اگر تم چاہو لب لب سینہ بسینہ ہو آج کی رات
بل بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجنا نہ جواب خط لکھنے کا کلا اس پر جو الٹاے شوخ
چاہنے والے کی ہوتی نہیں چاہت زیاد شمع جلا کر بولتی پروانہ کی سوسہ بریاد
قدرداں ہم ہیں ہمیں آکے نکلھاؤ صاحب سفت کیوں کرتے ہر دم زلف کی کھنٹ بباد
جو آرزوئیں ل میں تھیں سب اک ہو گئیں تیغ اہل نے کاش نے دست پائے جس

(۶۱) عاجز۔ منشی میوالال متوطن منلع کیا۔ محکمہ پولیس میں سب الیکٹر تھے ۱۹۱۰ء میں درجنہ کا میں اپنے عہد پر کام کرتے تھے اس زمانہ

میں ان کے یہ اشعار نکلے ستمہ پیام یار (بابت ماہ نومبر ۱۹۸۷ء) میں شائع ہوئے تھے۔

سنتِ ہجران ہمارے تالو دا آہ عجب کیا ہے بلا دیں آسماں تک
 دل ناداں سمجھتا ہی نہیں کچھ بھلا اس کو میں سمجھاؤں کہاں تک
 پنشن یافتہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے کلام کا ایک مختصر مجموعہ موسوم
 کلید گنجینہ توحید، ۱۹۲۷ء میں شائع کیا تھا یہ مختصر مجموعہ سورہ عشقوں کا
 ان کا کلام سو فیہا نہ رنگ کا ہے۔ پھر ۱۹۳۰ء میں دوسرا مجموعہ موسوم بہ سیر توحید شائع کیا
 عالم غیب سے عاجز ہی آتی ہر صیدا کچھ نہیں ہے کہیں مجھ دا احد مطلق کے سوا
 جلوہ ذاتِ خداوند تعالیٰ میں ہوں علم توحید و تصوف کا تجلا میں ہوں
 خود ہی بلجا ہوں میں خود میں مطلوب اپنا خود ہی معشوق ہوں عاشق شیدا میں ہوں
 خدا کی کہتا ہوں جس کو علم سوہ بھی اک خان میرا بدلتا صورتِ نر از صلب ہر ایک دم میں عال میرا
 کہیں سوچ کہیں نہ کہیں دیر کہیں نظر د نور کثرت اپنی محکو ہوا ہی ملتا حال میرا
 اس کے بعد ایک مستزاد، اٹھارہ رباعیاں اور چند غزلیں میں اول
 رباعی یہ ہے۔

دنیا ہے حقیقت میں خار ہستی ہیں خاک یہ سب نقشِ ذمکار ہستی
 جانانہ صفائی پہ جہاں کی عاجز مٹی میں ملائے گا غبار ہستی

(۶۲) صاف۔ بابو پر بھو نرائن۔ گیا کے اطراف میں کسی دیہات
 کے رہنے والے تھے اور رانچی میں عدالت کے مختار تھے۔ رسالہ پیام
 یار لکھنؤ بابت ستمبر ۱۹۸۷ء میں ان کی غزل شائع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔
 عجب کچھ نہیں جل جائے گر سخن پہو نچتے ہیں یہ تالے لامکاں تک

۶۳ ستم۔ منشی درگا پر شاد خلف منشی ہیرالال قوم کا بیٹھ ساکن گیا۔
۱۸۹۴ء کے قریب پیدا ہوئے۔ شاعری میں کیفیتیں کیا وہی سے اصلاح
لیتے تھے پھر سلیمان خاں جادو ساکن کو افقہ ضلع آرہ کو بھی اپنا کلام
دکھاتے تھے ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صاف آئینہ نہ ہو تو وہ صورت نہ مانہ ہو صورت نہ مانہ ہو تو وہ صاف آئینہ نہ ہو
رگڑ رگڑ کے جسیں سنگ آستانہ یار مٹا دیا ہنو جگو تو میرا نام نہیں
پہنچنے والے پھر پھر آنا یہی تماشے ہوا کریں گے ہوا رہی خلاف جنگ تو الٹے دریا بہا کر تنگے
۶۴ بیتاب۔ لالہ کشن رائے متوطن بھاگلپور ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے
ان کا ایک دیوان شایع ہوا تھا مگر اقم کو دستیاب ہوا۔ ان کے دو شعر ایک
صاحب کو یاد تھے وہ اس جگہ نقل کئے جلتے ہیں۔

ہوائے سیرگھنٹاں میں یوں میں سرگرداں پھرے گا ساتھ ہمارے کہاں صیاد
ترے کوچہ کے لاکھوں راستے ہیں بھلا کیوں نہ دھوکا کھائے عاشق
۶۵ الفات۔ لالہ اننت رام عظیم آبادی فارسی اور اردو دونوں بانوں
میں کہتے تھے ان کا ذکر تاریخ شعراے بہار میں بھی پایا جاتا ہے تم غانہ جاوید
کے مطابق ۱۸۷۶ء میں حیات تھے۔

رجمتی کے مشاعروں کے تین گلدستوں میں ان کا کلام ان کی نظر سے
گذرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک یقیناً زندہ تھے۔

رباعی مندرجہ گلدستہ سوم

گذرے ایام نوجوانی افسوس وہ رنگ شباب رنجوانی افسوس
پیری آئی کہ کوئی قاصد آیا لایا ہے جو اب زندگانی افسوس

وہ عیش وہ ساز لے جو انی افسوس ^{دیگر} وہ وصل کی شب و شادمانی افسوس
 کیا حال کہوں جو تیری صحبت چھوٹی تنہائی گو دو بے زبانی افسوس
 غزل

دیکھی تری انجمن ہمیشہ
 زخموں سے ہے زیبا تن ہمیشہ
 ممکن نہیں وصل ہو میسر
 تھا دل کا لگاؤ ابروؤں سے
 کرتا رہا ہم سے آسماں چال
 ناقوسِ عبت بتوں کے آگے
 اثبات دہن میں گفتگو کیا
 جاتا نہیں سے کشی کا لپکا
 کیا تیغ سے باڑہ پر تمہاری
 ترگس کی نظر کہیں نہ لگ جائے
 اللہ سے اشک کی روانی
 جو پی کا بندھانہ ہم سے مضمون
 ساقی سے سے دارنست ہلکو
 مڑگاں کی خلش گئی نہ دل سے
 کوچہ ہے بتوں کا دل سے ہشیار
 کس بت نے سنی صدائے تکبیر
 غربت میں بھی ہم تھے فارغ البال
 تھا پیش نظر چمن ہمیشہ
 گلزار ہے پیرہن ہمیشہ
 اغیار ہیں رختہ زن ہمیشہ
 دیکھا کئے بانگین ہمیشہ
 کج اس کا رہا چلن ہمیشہ
 پھونکا کئے برہن ہمیشہ
 غیروں سے جو ہو سخن ہمیشہ
 مستانہ رہا چلن ہمیشہ
 جو ہر سے سے موج زن ہمیشہ
 جایا نہ کرو چمن ہمیشہ
 چشمے ہیں یہ موج زن ہمیشہ
 ابجھا ہی رہا سخن ہمیشہ
 میخانہ رہا وطن ہمیشہ
 پہلو میں سے نیش زن ہمیشہ
 میں گھات میں راہزن ہمیشہ
 زائد رہے نعرہ زن ہمیشہ
 تھا پیش نظر وطن ہمیشہ

ہے باغث صد سخن ہمیشہ
 ہے مد نظر چمن ہمیشہ
 بڑھتا رہا ضعف تن ہمیشہ
 پہلو میں رہا چمن ہمیشہ
 تھا جامہ تن کفن ہمیشہ
 سوزا کا رہا چلن ہمیشہ
 سر بستہ رہا سخن ہمیشہ
 اک برق ہے شعلہ زن ہمیشہ
 دن رات ہے سخن ہمیشہ
 جو دل میں ہو شعلہ زن ہمیشہ
 رنگیں ہے مرا سخن ہمیشہ

کیونکر نہ ہو عشق دشمن جاں
 ہم مست ہیں پھول لے لے ہے میں
 تھی دل کو جو کمر کی الفت
 داغوں سے ہوا یہ لطف حاصل
 مرتے رہے جیتے جی بھی تم پر
 گیسو کا ہے تیرے گرم بازار
 عقدہ یہ کھلا تڑے دہن کا
 کیا زور ہے اضطراب دل کا
 ہے دل میں ہجوم درد و غم کا
 ساقی وہ مئے دو آتشہ دے
 وصف رخ گل رخاں سے الفت

بیکر گلدستہ چارم

نعرہ بلند ہو نہ سکا اپنی آہ کا
 جھنڈا گرہا ہے سخن معنی یہ آہ کا
 تو پھر بدلتی تھی تیرے نگاہ کا
 یا ہے نشان میل پرستاں کی آہ کا
 ڈھیلے لگائے چشم سیاہ کا
 پھر سلسلہ بڑھا ہے مئے دل کی آہ کا
 باندھا ہے گھر تو حلقہ زلف سیاہ کا
 ہے دل میں عشق ایک بت رشک ماہ کا
 سمٹھے چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا
 پھر ذکر کیا ہے آپ کی تیغ نگاہ کا

تھا دل کو عشق سرمہ چشم سیاہ کا
 حامی خدا ہے آج بنو داد خواہ کا
 تو وہ بنا چکے جو مجھے گرد راہ کا
 دنیا ہے یہ سرمہ چشم سیاہ کا
 دیوانہ ہوں میں آپ کی تر تھی نگاہ کا
 سو داہوا ہے یار کی زلف سیاہ کا
 کا داد کھا دو آج سمت نگاہ کا
 کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا
 ہاتھوں ان کے شوخی رنگ حنا نہیں
 ہوتے ہیں قتل جنس ابرو سے سیکڑوں

جو آہ عشق کے ہر لہرے میں ہے وہی ہے حقیقت کی آہ

جب ہو سکا حساب نہ حرم و گناہ کا
انداز کچھ نیا ہے تمہاری نگاہ کا
قائل ہوا ہے ہم سے منجم نگاہ کا
دیکھیں تو کیا بیان وہاں ہو گواہ کا
لکھدیں مگر حضور مچلکا نبیہ کا
پانی ہوا ہے گھل کے دم ابرسیاہ کا
چمکا جو سر پہ ان کے ستارہ کلاہ کا
انداز اڑا لیا ہے تمہاری نگاہ کا
قصہ نہیں سنا ہے فرشتوں کی چاہ کا
ساتی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا
حافظ خدا ہے بندہ بے دستگاہ کا
قصہ کا گھر ہے شور مرے دل کی آہ کا
دو دن فقط بلند ہے گوشہ کلاہ کا
تم کو خیال کچھ بھی نہیں ز اوراہ کا

دیگر رگدستہ پنجم

داغ دل عاشق ید بیضا سے سوا ہو
دیوانے کو لازم ہے کہ زنجیر بیا ہو
کب دیکھے رگدستن میں یہ تاثیر ہوا ہو
عالم تہ و بالا ہو خدا جانے کہ کیا ہو
پھر قلل مینا کی بلند آج صدا ہو

پھاڑا ملا لکھ نے مرانامہ و عمل
عشاق مرے ہیں لگا وٹا یہ آجکل
افشاں کولن کی ہم نے کہا نوح فر قداں
کر لیں گے بحث و اور محشر کے سامنے
دل پیشکش ہے نذر ہے یہ جان زار بھی
جب ہو گیا ہے دیدہ گریاں سے سامنا
کیا شب کو کٹ گیا مہ کا مل بھی دیکھ کر
کیا چل رہی ہو تیغ لگا وٹا کی چال آہ
دل ہاتھ سے سمجھ کے حسینوں کو دیکھئے
بیعت مجھے بھی مشرب پیر میناں میں ہو
کعبہ کشت شیخ برہمن سے کام کیا
آخر پکارا اٹھیں گے فرشتے بھی لا ماں
کچھ بھی حقیض گور کا اے منعمو خیال
الفت سفر ہے دور کا منزل بھی ہو کر

اعجاز نا عشق بت ہر لقا ہو
شور یدہ سری میں سر گور سا ہو
کب خذہ گل گریہ لبیل کی صدا ہو
نالہ جو کردن شور قیامت سے سوا ہو
آباد یہ میکش رہیں ساتی کا بھلا ہو

قاتل دم شمشیر دم باد صبا ہو
 کس کو خبر کل کی خبر اچانے کہ کیا ہو
 کیا جانے کچھ غیر کا نقشہ نہ جہا ہو
 اس الفت کا نر کا بھی ابدت بھلا ہو
 لائی نہ صبا کو چہ گیسو کی ہوا ہو
 یوں جان کسی کی جو تل تارے تو کیا ہو
 پھر کس کو بھلا آپ سے رہا ہوا ہو
 بڑھ جائے منسی میں تو کوئی بات تو کیا ہو
 بوسے کے جو اقرار تھے فرماتے کیا ہو
 نازک ہو رگ گل کہیں چھو جائے تو کیا ہو
 دیکھو پس ناقہ نہ کوئی اور کیا ہو
 گل چیں کا ستم گل یہ ہو میں کی مہر ہو
 ٹھوکر سے مری جان قیامت نہ کیا ہو
 یہ راہ وہ ہے ختمہ کو بھی افزا ہو
 پیدا تو نئی بات کوئی نیا ہو
 ڈرے کہ نہ کچھ حال رہیوں نہ کیا ہو
 کہاں خدا دم کہیں رہا ہو نہ کیا ہو
 جانے دولتے تاشی ہی اور کو کیا ہو
 نفس گل ہے کھولدے بہری صبا ہو

پھر زخم مرے دل کا کہیں آج ہر ہو
 اے جان جو ہے وعدہ وصل آج وفا ہو
 مدت سے جو اب خط جاناں نہیں آیا
 کس کس کو مری طرح کیا عشق میں باد
 کیوں صبح سے پھر آج بھی اشفتہ مری
 اتنا نہ ستم ڈھائیے انجام برائے
 جب ہم نہ سزاوار ہے لطف و کرم کے
 لازم نہیں یوں غیر سے تفریح کی باتیں
 ہم وصل سے باز آئے جو ہر آب کو انکار
 بستر پر مری جان بچھا یا نہ کرو پھول
 کہتی کتنی مدی تو اس سے ہی نجد میں لہلی
 صبا دیکھ کر نہ ہے انصاف جن میں
 انداز سے باہر ہیں قدم دیکھ کے جلے
 اے شوق بھکر رہ الفت میں اے پاؤں
 لا ڈھونڈ کے مضمون نے غیب سے کوئی
 تخی خط کے سوا اور کھھی پیدا مری بانی
 ناصد جو وہ مجھ زار کو پوچھتے تو یہ کہنا
 الفت جو وہ بت ہو گیا ہے غیر کا مانو
 شاق گلگشت چمن جو بلبل ناشاد پر
 حسن آرائش نے آمادہ کیا پیدا پر

گوشت کس گل پیر میں کا ہری فریاد پر
 کھا پریشانی کا شک مجموعہ اصداد پر
 آستان اپنا سے موج نکھت برباد پر
 زعفرانی تاب ہے کیا خنجر فولاد پر
 آئینہ کا ہے گماں اب قد آدم زاد پر
 پر گئے دھبے جو خوں کے دامن جلا د پر
 کیا لب جو چل گیا ارہ سہ شمشاد پر
 اب چڑھائیں چل کے تینبہ تربت فرہاد پر
 آنکھ کے رستے سے دور آئے ہری فریاد پر
 ہے جنازہ اپنا دوش بالی بیداد پر
 نالہ دل کچھ اثر دکھا دل صیاد پر
 شیرے بیٹے ہیں مئے ساقی کسی کی یاد پر
 ہو گیا سکتے کا عالم حیرت بہزاد پر
 ہو گئے عاشق فرشتے حسن آدم زاد پر
 حشر میں سایہ ہو رحمت کامے استاد پر

فارسی

بانالہ قفل بطمے کوس بگوش است
 امروز نسیم سحری عطر فردش است
 این شعلہ فریاد کہ بے کیف خموش است
 مہر است کہ در شیشہ پری باد لہ پوش است

بچکیاں آتی ہیں پیہم آج کس کی یاد پر
 مایل حسن پر رویاں ہوا کھا جب سے دل
 ضعف میں اندیشہ صیاد ہم کہتے نہیں
 کیوں رہا کرتے ہیں قاتل زخم دل خندا م
 موبو حسن صفا سے شکل جو سر ہو گیا
 حشر کے دن کیا ہمارے خون کا محضر ہو گیا
 آج موج جنبش رفتار ناز پار سے
 درد سہ عشق لب شیریں میں کم تو نہیں
 بیکسی میں اہلے غمخوار ہی طفل بر شیک
 بعد مدت کس تمنا سے بر آئی ہے مراد
 وحشت انرا آمد فصل بہاری پھر پوی
 یہ تری خاطر جو خورشید طبیعت خلوات
 اپنی یکتا کی کے قابل آج خود ہی وہ ہے
 یہ خدا کی شان و پایا یوں نے بھی فروغ
 ہے عباد اور محشر سے الفت کی مدام

امشب مئے گل رنگ معان بر سر خوش است
 در کوچہ الفت گذر افتاد صبارا
 از آتش تر ساقی کلفام بر افروز
 آفتاب جس بلوہ ز پر تو دگر افروز

نہ نمود گراں جانی من تا اثر آخر
 از موسم گل مژده سر خار معیلاں
 بے کیف مغان شیشہ خالی است و ماغم
 چون بلبل شیراز غزل خوانی الفت
 ترک من شست از پے سپرد کبوتر بستہ
 جو زلف مشکبوی اے متوخ بر سر بستہ
 تاج شبنم بر سر افشاں چیدہ لطف میدہ
 کسبت این طفل پر زاد حسین بالادوش
 تا کشیدی در نفس صیاد رحمت بایدت
 شیرم صیاد از پرواز رنگ رخ بس است
 الفت از موج رشک خویش طوفان خوانی

۶۶۔ بسمثل۔ منشی مولانا مولانا عظیم آبادی قوم کالیستہ مانتھرا انجمن
 جمعی کے تین گلدستوں ۱۲۹۵ھ میں ان کی غزلیں طبع ہوئی تھیں وہ
 ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۱۲۹۵ھ کے بعد انتقال کیا۔

سنتے تو رہے سخن ہمیشہ
 یوسف نہ ملا تو پیر کنعاں
 وہ چشم سپہ جو کھنجر نظر میں
 بلبل کی دعائے دل یہی ہے
 پروانہ صفت کسی کی لوہیں
 بلبل جو کرے ثنا کسی کی
 آیا نہ نظر دینا ہمیشہ
 سونگھا کے پیر ہن ہمیشہ
 دیکھے کالے سر ان ہمیشہ
 شاداب رہے چمن ہمیشہ
 جلتا ہی رہا بان ہمیشہ
 سکر نہ رہے دہن ہمیشہ

روشن رہے انہیں ہمیشہ
 چمکا کیا وہ بدن ہمیشہ
 صد چاک رہا کفن ہمیشہ
 افلاک ہیں رخنہ زن ہمیشہ
 اک جا نہ رہیں دو تن ہمیشہ
 پہنے ہی رہے کفن ہمیشہ
 رہتے ہیں وہ خندا زن ہمیشہ
 یارب رہے شعلہ زن ہمیشہ
 پر یاد رہا وطن ہمیشہ
 بھایا کیا بانگین ہمیشہ
 وہی آیا نظر جہاں دیکھا
 کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا
 اپنے دل کو ترا مکان دیکھا
 سر و قد کو ترے نشاں دیکھا
 اپنے معشوق کو نہاں دیکھا
 ان کو جب دیکھا نوجواں دیکھا
 تم میں سے کس نے باغیاں دیکھا
 خاک سے تا بہ آسماں دیکھا
 اپنے اور ان کے درمیان دیکھا
 آسماں آہ کا دھواں دیکھا

پروانوں کے داغ دل سے ہر شب
 مہتاب سے مہر سے زیادہ
 ہاتھوں سے جنوں کے قبر میں کھی
 برائے امید وصل کیونکر
 اے چرخ یہ کیسی کج روی ہو
 اس تیغ و دو دم کی آرزو میں
 حالت پہ ہماری بے خودی کی
 سینہ میں حرارت تپ دل
 دلچسپ ہے گو مقام غربت
 کس تر چھی نگاہ کا ہوں سبھا
 فرشتوں سے تا بہ لامکاں دیکھا
 بوسے گل کی طرح ہر اک شے میں
 فصیح و برہین کچھ ہو
 اس کی قدرت کا اور صنعت کا
 ہر صنم کے جمال صورت میں
 اب تو بوڑھے ہوئے لڑکپن سے
 رہنے والو ریاض عالم کے
 ایک نئے تو ہو جلوہ گر ہے تمام
 چرخ کا دور تفرقہ پر داز
 غرض کھڑا یا ایک نالے میں

فرش سے عرش تک گیا بسمل
 کچھ بھی اثر دکھاؤں گرا پنا آہ کا
 پہونچا ہے شعلہ تابفلک معری آہ کا
 اے دل نہ پڑ تو کاکل مشکیں کے پیچ میں
 کہہ دیجو پیام زبانی یہ نامہ بر
 دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف کے انہیں
 دنیا فریب دیتا ہے ہر ہر قدم یہ کیوں
 مقتل میں تیغ یار کی اس ناز سے تلی
 لیل نہا رساتھ خیاں ہیکہ لطف و
 اجائے کہ جان کے جانے کا وقت ہے
 دل آئینہ سے صاف زیادہ دکھاؤں گا
 جلسہ مشاعرہ کا عجب جائے لطف ہے
 دھوکا اندھیری رات کا پورہ زکار کو
 وہ چال چاہ جس سے بھلا ہو کہ برا ہو
 جو عشق میں ثابت قدمی سے نہ ملا ہو
 دل آپکے ہم پر کبھی آجائے تو کیا ہو
 اس قالبِ شعر سے نکل جاؤں تو کیا ہو
 اس گردنِ عشق دورانِ نکل جاؤں تو کیا ہو
 بنیاد ابھی قطع کروں خواہشِ دل کی
 و صلت کا مزا بھر کے صدیوں کے ملا ہو

آہ کو تیری بے گماں دیکھا
 دل پانی ہو کے بہ چلے ابر سیاہ کا
 پر جلتے ہیں قمر شبنوں کے غل ہونیاہ کا
 کاکا کو لی بچا نہیں مار سیاہ کا
 ہر سانس میں شرارہ نکلتا ہے آہ کا
 دھبیا لگے نہ گوئے بدن پر نگاہ کا
 بھولا ہے چلنے والا کوئی سیدھی آہ کا
 کھا ہر دہان زخم سے غل آہ واہ کا
 گیسو ہے گوئے کمال یہ لٹکا جو تناء کا
 دم منتظر ہے آنکھوں میں اس کنگاہ کا
 سر کے تو آئینہ ترے پیش نکاہ کا
 غل بچ رہا ہے ہر طرف اک آہ واہ کا
 پھیلا دھواں جہاں میں جو تہمت کی آہ کا
 کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی میں ہو
 کیا معنی ہیں مرگ خراسے نہ ملا ہو
 ہم ہوئیں فنا آپ کی صورت کو بقا ہو
 سٹی تو بنے آگ ہو آب و ہوا ہو
 نے ہم یوں تم ہو نہ زمیں ہو نہ سما ہو
 ناراض ہوں اپنے سے اگر اس کی فنا ہو
 معشوق کا عاشق کی زباں پر جو کلام ہو

افلاک کی اشعنتہ سر می سے تریہ پیدا
 کھنچ جائے اگر زوروں پہ اپنی کشش عشق
 ہن تاب جیاد ہیں گر جائے زمیں میں
 بے قائدہ اس فکر ترود کا بکھڑا
 لچھاؤ میں نیک کے پھنسا تھا دل بسمل
 زلف مستم ایجاد کا سایہ نہ پڑا ہو
 معشوق کا عشاق پہ اصرار سوا ہو
 وہ مہر لقا آ کے جو کو کھٹے یہ کھڑا ہو
 ہوتا ہے وہی جو کہ مقدر میں لکھا ہو
 کیونکر کہوں اللہ سے واصل وہ ہوا ہو

(۶۷) مشہور۔ حکیم کھچی پر شاہ عظیم آبادی۔ طبابت کے پیشہ
 کے ساتھ شاعری کا مشغلہ بھی جاری رکھتے تھے اکثر مزاحیہ اشعار
 کہتے تھے۔ تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ
 کے دو گلدستوں میں ان کا کلام پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل بطور نمونہ
 کلام درج کئے جاتے ہیں۔

مے الفت نہ خم میں نہ شیشہ میں سائیں
 نہ پایا مادہ اس کا حکیموں نے بہت دیکھا
 کہو مشہور تم نے سیکر ڈول پیرے کئے کیوں،
 مشتاق ہو اگر تو ہو عاشق پناہ کا
 اب بڈوں سے کوچہ جاناں تو بس گیا
 میرے کلام عشق بخراب ہیں نسخہ جات
 کہنا گئے ہیں ل سب اس جنگ گاہ میں
 اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا
 دربار حسن میں سے برابر مقدمہ
 مشہور ہو کہاں کہو اب کس کا ساتھ ہو
 مگر یوں... کے مینا میں تل میں کنڑ میں
 کفایہ میں قرا بادیں میں بگر الجواہر میں
 گلی میں استے میں آہ میں بازار میں گھر میں
 امید وار ہو تو اسی بار کماہ کا
 احوال سے خراب ہر اک خانقاہ کا
 لیوے لڈا کلا ہو جسے ضعف باہ کا
 شیوشیو کا اکاڈ کا ڈکا اور لا الا کا
 الفت کا دوستی کا محبت کا چاہ کا
 مفلس کا بیوا کا تو انگر کا شاہ کا
 ہر وقت کا ہمیشہ کا شام و چکاہ کا

۶۸ رونق۔ لاشوننا تھ سہائے ولد منشی کسٹن دیال صاحب ساکن پکری براواں ضلع گیا حضرت اکبر دانا پوری کے شاگرد تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنؤ اور بریلی کے رسالوں میں آپ کا کلام اکثر شایع ہوتا تھا۔ خم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

خوش خرامی میں بھی حب کی توجہ چاہئے
وہ دل سے ایسا ہی سمجھیں لطف ہو ورنہ
پاؤں میں چھالے جگر شوق دل میں درد
کس قدر پروردہ رونق زبان عجز
بود و نابود انسان کے لئے مثل حباب
دیکھئے دل خاکساروں کے ہیں غلطان زیر پا
لکھا جو عاشق شیدا خطاب کیا ہو گا
میں فراق عزم کا پتلا ہو گیا
کوشش اڑ جاتے ہیں سن کر بیان عزیز
ہستی و نیستی ہے اپنی خبر کے مانند

۶۹ رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر خلیف کنور ہیرالال صنمیر عظیم آبادی عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے۔ ۱۲۹۵ھ ہجری میں انہوں نے بڑے دھوم دھام سے پانچ مشاعرے کئے تھے جن میں صوبہ بہار کے اکثر نامی شعرا شریک ہوئے تھے۔ چار مشاعروں کے گلے ستمے (مطبوعہ) راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔

اپنے جد بزرگوار راجا پیارے لال لفظی کا دیوان انہیں نے ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں طبع کرایا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام بہت کافی مقدار میں پایا جاتا ہے بعض منتخب اشعار یہ ہیں۔

قطع بند

بھولا رہے یہ تمہیں ہمیشہ لب پر ہے یہی سخن ہمیشہ
اللہ کرے رہے یہ سر سبز حافظ رہے سخن ہمیشہ

مطلع

قائم رہے ضعون تن ہمیشہ کوچہ ہو ترا وطن ہمیشہ

فارسی

دل صبر و قرار من چہ کردی ز دستم اختیار من چہ کردی
یہ ہجر سن گشتہ رشک تمن ہا دل صد داغدار من چہ کردی
چہ کم بود است کوہ فرقت او تو اے سنگ مزار من چہ کردی
پریشانی جو کھتی لکھی ہوئی اپنے مقدس نہوتی کس طرح سو دے کیسوی کی جگہ سر میں
میں تک دوستی اہل زمانہ کی جو کچھ ہے کوئی صورت بھی پھر اپنی نہ پھانسیکا محشر میں
دکھا کر دے گئے ہیں جب اپنی زلف شبکوں اندھیرا سا نظر آتا ہے محلو ہر طرف گھر میں
یہ گلدستہ ہمارا چھپ گیا تو رجمتی اب تو ہے گا یاد کار اپنا پس مردن بھی ہر گھر میں
کیوں منہ تکوں نہ دیدہ حیرت چاہ کا آئینہ رومے یار بنا ہے نگاہ کا
جب آپ ہی کو پاس نہیں سم دراہ کا کیا فائدہ ہو بھی ارادہ بناہ کا
سوز دروں جل کے ہے سبز جو مری خاک آنکھ ان بتوں کی محلو ہے گوشہ پتاہ کا
یوں بے حجاب بام پہ آیا نہ کھجے قابو میں لے ہے گانہ اک اہل راہ کا
یکلیف دست و تیغ اٹھانے سے فائدہ کافی ہے میرے قتل کو خنجر نگاہ کا
یوں جستجوے یار میں ہے بقرار دل بھولا ہوا پھرے کوئی جس طرح راہ کا
بیگانہ بنکے پوچھتے ہیں حال رجمتی تا جس میں ہوا ارادہ نہ ظاہر بناہ کا

دل از دست ر بوندند و فغانم دادند
چوں من ز خمی آبله پارا پرسید

اردو

جب سلسلہ جنبیاں یہ تری زلف رسا ہو
اوروں سے تو آپ آنکھ لڑاتے ہیں ہمیشہ
وہ دختر زکی نہ رہے تاک میں کپو نکر

دیگر

مرغ نظارہ بردیش جو کباب است امروز
کز صد ایش جگر منگ چو آب است امروز
فرنگی زادہ رست از میخانہ می گردد
جگر دہینہ و سینہ چو آتش خانہ می گردد

اردو

تری ان مست آنکھوں کا کوئی دیوانہ بنتا ہو
توے دستہ میں پیروں کا زیب لقا جمو باں
خوشی لب یہ کھنار خمی سکھراج بہتر ہے
دکھا کر وہ گئے ہیں جب اپنی زلف تنگوں کو
کسی کی مست آنکھوں پر مرادو خمی شاید

(۷۰) حسرتی - لالہ سید ایشاد ابن لالہ مہراج سنگھ ساکن عظیم آباد

دکھیل عدالت دیوانی حسرتی محکمہ صدر اعلیٰ میں ڈگری نوٹس لکھتے۔

بیشتر فارسی کہتے تھے اور ناظر وزیر علی عبرتی سے اصلاح لیتے تھے۔ تاریخ
شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یار بخرق آلودہ رخ یار میں است این یا قطرہ شبنم بگل یا سمن است این
اے حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دل درخت یہ کالہ آتش کہ زبان اردہن است این
(۴۱) حامد۔ منشی گھنڈی لال باشندہ مونگیر شاگرد حافظ ضیغم۔
تاریخ شعراے بہار میں ان کا یہ شعر ملا۔

نامہ شوق رقم کرتا ہوں اسکو حامد کیوں نہ دوو دل مشتاق کو تر بجائے
(۴۲) فرد۔ منشی پیارے لال عظیم آبادی۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔
ان کی ایک غزل گلدستہ عشرتی نمبر ۶۷۱۳ مملو کہ کتب خانہ مشرقی بیٹنہ میں
نظر سے گزری یہ غزل انہوں نے "مشاعرہ ۲۳ ماہ شوال مطابق ۱۶
ماہ جولائی شب یکشنبہ مقام کمرہ باؤلی مکان نواب لطف علی خاں بہادر
سی آئی ای میں پڑھی تھی۔ گلدستہ میں سہ مذکور نہیں ہے صرف دن
اور تاریخیں درج ہیں۔

دام ہی اس کے نہ آئیگا جو دانا ہوگا
لاہق سیر نہیں ہے یہ طلسم ہستی
حق شناسی نہیں حصہ میں ہر اک کے یارو
لاکھ تکلیف پہ تکلیف ہو خالق کے سوا
نہر کی دن سے نہوگی جو خدا والے ہیں
جو خدا کلو اسمھو کہ خدا اس کا ہے
زادہ کلشن فردوس وہی ہے مجکو
دل بہار نہ کبھی مائل دنیا ہوگا
اسکو سمجھے گا وہی جو کوئی بنیا ہوگا
سو میں ڈو ایک کا آئینہ ساسینا ہوگا
کبھی بندہ تو نہیں طالب دنیا ہوگا
وہ برا سمجھے گا اپنے کو جو اچھا ہوگا
خلق میں پھر نہ وہ محتاج کسی کا ہوگا
کو چہ یار میں مر کر جو ٹھکانا ہوگا

تسکین ترا مثل کہاں سے لاؤں نہ کوئی کھانا کوئی ہونہ اب ایسا ہوگا
 شعر گوئی کا رہا شوق تجھے گراؤ فرد ہے یقین خلق میں تو شاعر بن گیا ہوگا
 (۷۳) حیرت - بابو جگیش لال رئیس گیا گیا لٹری کلب کے خاص ممبروں
 میں تھے اور کلب کے مشاعروں میں اکثر شریک رہتے تھے شمس العلماء
 سید امداد امام اثر سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ۱۹۱۶ء کے قریب انتقال
 کیا ان کا غزل جو مشاعرہ واقع ۱۸۹۸ء کے گلستانہ میں شایع ہوئی
 بطور نمونہ کلام درج کی جاتی ہے۔ یہ گلستانہ ۶۶۶۴ مملو کہ کتب خانہ
 مشرقی پٹنہ میں موجود ہے۔

یارب کہیں وہ تن سے مرا سر جدا کرے
 چاہے جفا کرے وہ حسین یا وفا کرے
 کب تک کوئی فراق کے صدمے سہا کرے
 موجود ہیں ہدف کو دل و دیدہ و جگر
 وہ شمع رو بھی بزم میں ہے اور شمع بھی
 ہر سبزہ کی زبان سے ہے حمد کبریا
 آپ بقا ہوا نہ سکندر کو دستیا
 رخصت گلوں ہوتے کہ جاتی ہر فصل گل
 اس وقت اپنے چاہنے والے کی قدر ہو
 بندہ کو غدر کیا ہے جو مالک کی پوٹھا
 بر گشتگی بخت کے شکوے کہاں تلک
 حیرت خدا گواہ ہواں بھی جو تلک آئے
 کب تک یہ بار ووش پہ میسے رہا کرے
 اب تو دیا دل اسکو جو چاہے خدا کرے
 گھبرائے مرنے جاے جو انساں تو کیا کرے
 تیر نکاہ یار جہاں چاہے جا کرے
 پروانہ دیکھیں جان کو کس پر خدا کرے
 غافل چمن میں گوش نصیحت جو دا کرے
 تقدیر ہی رسا نہیں ندیر کیا کرے
 صیا دیے وفا جو نفس سے رہا کرے
 تم کو بھی جب کسی کا خدا مبتلا کرے
 راضی ہیں ہم اسی میں جو چاہے خدا کرے
 تقدیر ہے بگاڑ پہ تدبیر کیا کرے
 جو ظلم چاہے وہ بت نا آشنا کرے

(۷۲) ہندو۔ منشی بھولانا تھ ساکن گیا تلمیذ سلیمان خاں جاو
 ساکن کو اٹھ صنلج آرہ سن ولادت معلوم نہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا
 ان کی غزل گیا لٹری کلب کے گلدستہ ۱۲۱۸ء میں شایع ہوئی تھی
 وہ نقل کی جاتی ہے یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶۱ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ملک ہے۔
 باہر نقاب سے کہیں وہ رخ ذرا کرے
 سو بار آب گنگ سے منہ دھو لیا کرے
 تعریف تیرے دندان کی اے گل کیا کرے
 گر حال پرے تو کرم سا قبا کرے
 بیچھے میں پاس کچھو چہ میں اب جو خدا کرے
 کھینچنا تھا جو کھچا ترا نقشہ اے سیم تن
 پیغام وصل سنکے یہ کہنے لگا وہ شوخ
 پر گام پر جو گنگر و بجا و گے اے صنم
 اس بت کا دیکھنے کہیں پائے جہاں تو
 اے شمع رو تو امری حالت زبون ہے
 صورت ہے بدلی ابر کی گھنگور ہے گھٹا
 بے عشق وہ صنم نہیں طنے کا زہدا
 تار گریں میں پہ وہیں ٹوٹ ٹوٹ کر
 ہر طرح کا کمال ترے بانگین میں ہے

ہندو جناب حضرت جاو کے فیض سے

یہ رنگ شاعری تراویوں ہی جا کرے

۷۵) مسرت۔ بابونڈ کشتور لال بی اے ال ال بی رہیں گیا۔

خلف منشی جواہر لال لیجلیٹیو کا نسل کے ممبر بھی تھے فارسی اور انگریزی میں فارغ التحصیل تھے اردو شاعری میں منسرت کی تالیف دانا پوری سے تلمذ تھا اشعار اپنے کہتے تھے بچپن سے ہی ۱۹۰۵ء کے بعد انتقال کیا۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے تذکرہ ہندو شعرا میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لٹری کلپ گیا کے راکہین میں تھے اور سیماں اور ادبی تحریکوں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ کتب کے منسرت ۱۹۰۸ء کے گلدستہ نمبر ۶۶۶۲ کتب خانہ مشرقی، پٹنہ میں ان کی یہ نثریں طبع ہوئی تھیں۔

پھر حوصلہ دعا کو ہوا ہر دہا کرے
مفتوں صدنگا ہ تناس دل مرا
ند گو نہ مدھ سے قزوق شوقاں
پھر دیدہ و جگر میں ہیں باجم شہ
پھر تیغ نازہ ٹھونڈا ہر سینہ دگر
پھر جبکہ بوس ہر کہ بیوں ہ تار
پھر گرم آہ شعرا نشان ہر دل زریں
ان روزوں بوش پر ہر شہنشاہ طاسیل
پھر عشق چاہتا ہے ترے آستانہ پر
میرے غبار کو ہے خیال عروج پھر
پھر امتحان جذبہ دل کو چلی پیاس

ظالم حقیقت سے باز نہ آئے خدا کرے
اس کو کہاد تناس کو ملی شہرہ کرے
کیا جو نصیر کو کو ملی ہر دہا کرے
یہ نکالے پار کہاں دیکھیں کیا کرے
پیر شہزادہ شہزادہ کو کہ ہر ان پیرا کرے
منوں بھوگر ہر لہجہ جتہ ہوا کرے
پھر کر بہ چاہتا ہے کہ ملو نا ہا
پھر سے منوں کا حاکم ہر پیرا کرے
باشعق و نیا شہد جتہ ہوا کرے
نازیر ہر منوں کو شہد ہوا کرے
تا مہاں ہوا وہ بت کافر ہوا کرے

پھر کیے سر پہ کھیل رہی اور اہل مرہا شمشیر ناز تن سے مرا سر جا کر گئے

کیا پھر ہے مئے کشتی کا تہیا جناب مست

زائد سے کہد وابر کی اسدم دعا کے

مست کا ایک "قطبہ تاریخ مراجعت از ملک انگلستان سپہ

ہادی حسن بیرسٹرایٹ لاکہ تاریخ وہم جنوری ۱۸۹۹ء در ایوننگ

پارلیٹور ایڈر میں خواندہ شد" بہت مقبول ہوا تھا اور اس کو

خاں بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب رئیس گیانے اپنی تصنیف

ختمہ کا ملہ میں شایع کیا تھا اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

ہی سرور افزائے دلہا حال بزم سخن

ابر رحمت شامیانہ نایح کھر سخن چمن

خاتم لعلیں میں ہو جیسے حرے درعدن

جامے سے باہر لے جاتے ہیں نسریں و سمن

پر گردوں نے بھی بدلا آج اپنا پیر بن

لو لگا جس میں تھے مدت سے یاران وطن

کو نسلی ہو کر ہوئے اب وقت افروز دن

یہ لیسر با جاہ و حشمت لے محب بوالحسن

خوش کلام و خوش بیاتیں بیاتیں سخن

نوجواں ہمت میں و راندیشی میں پیر کہن

نام برداریدر نام آور سرانجمن

پاک دونوں کی طبیعت نیک دونوں گلچن

ساقی کلفا م دے جام شراب رغواں

قص میں طاوس گلشن نغمہ زن مرغاباغ

قطرہ شبنم میں یوں وراق گل پر جا بجا

لوٹی پھرتی ہو بادہ صبح فرش سبزہ پر

چرخ پرکتنا مست خیزے رنگ شفق

کیوں نہو یہ روز ہی کیسا سعادت انما

سید ہادی حسن از فضل رب لم یزل

مولوی خیرات احمد ہو مبارک آپ کو

واہ خالق نے دیا کیا آپ کو نور نظر

زیرک دانش پناہ و خوش سیر مردل عزیز

نیک اندیشہ محبت پیشہ پاکیزہ خیال

باپ پیارا قوم کا بیٹا ہے پیارا ملک کا

یاد تھی سب کے دلوں میں آپ کی مسکن پذیر
ہو زیادہ عمر و دولت جاہ و اقبال و شہم
آپ کی تقریر میں ہو برک و رشرون کا زور
بار سے کر کے ترقی آپ جائیں بخ پر
ہو مطیع حکم یہ گردون گرداں آپ کا
آپ کے آنے کا کیا اچھا مناسبت ہے
جام الفت آپ کا پی کر دعا کرتا ہوسکت
دور تھے ظاہر میں ہم سے آپ اہادی حسن
سب ادیں آپ کی برائے رب ذوالجلل
آپ کی تحریر میں ہو لطف مثل ایدین
چیف جسٹس کی عجاہو آپ کے زیب بدن
آپ کے حامی علی ہوں آپ کے ہادی حسن
اب رفتہ باز اندر جوئے آمد در حین
بزم میں ہر اک کہے آمین رب العالمین
اشعار مستقرقات

نرفت میں اک تھی سے بہلتا ہی جا مرا
اٹھا بخار دل سے تو آنسو ٹپک پڑے
دل سے تو اے تصور جاناں جدا ہو
سچ ہے کہ منہ نہ بر سے کا جب تک گھٹا ہو
(۷۶) جابر۔ بابو خیجیل کستور بی اے بی۔ ال دکیل عدالت خلف
نہی یاد ہو چرن تو م کا بستہ ساکن محلہ۔ منہ شہر گیا شاعر ہی میں حشر
پنچھو دا سے اصلاح لیتے تھے ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔
اڑ ادینا آپس میں ہے کار دنیا جو سر ہے کسی کا تو پتھر کسی کا
(۷۷) صید۔ لالہ برجدیو سہاے ساکن نجابت پور۔ سب ڈویژن
جہانا پار ضلع گیا۔ سین ولادت ۱۸۷۵ء گیا میں عدالت کے مختار تھے۔

شاعری کے علاوہ موسیقی، مستوری اور باغبانی کا شوق تھا۔ نواد
عشرت لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ رسالہ 'تاج' گیا میں ان کا
کلام شایع ہوا کرتا تھا اور انکی تصویر بھی شایع ہوئی تھی کچھ دن شہم
گیاوی اور خلش گیاوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔
یہی پہ دل ہر صدقہ تحمل کو ڈھونڈتے ہیں
گم گشتہ کارواں ہیں منزل کو ڈھونڈتے ہیں

کیوں حاضرین جلسہ اقبال کو دھوٹتے ہیں
قاتل نہیں تو ہم بھی قاتل کو دھوٹتے ہیں
گھر سے سخی نکل کر سائل کو دھوٹتے ہیں
مقتل کو دھوٹتے ہیں قاتل کو دھوٹتے ہیں
مقتل میں آکے اتنے نسیم کو دھوٹتے ہیں
خارج کو چھوڑتے ہیں داخل کو دھوٹتے ہیں
جو ان کرے نہ منہ سے اس کو دھوٹتے ہیں

جس نے لیا ہوا دل اس دل کو دھوٹتے ہیں
آپیں گے حور بن کے فرشتے مزار میں

مرتبہ کم نہیں کعبہ سے بیت خانے کا
رہی ان سے نظر دلیر لگی چوٹ

سیماب ہو دل میرا آئینہ اگر آپ

غارت - شیو نرائن چودھری خائف با بولالہ چودھری ساکن

محلہ حاجی گنج عظیم آباد سنہ ولادت ۱۸۷۵ء اور دو سے خاص شغف

کرتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال

ہوئے انتقال کیا۔ شاد عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ

ہوتا تھا موزون یہ ہے۔

جو کھتی خمیر کے اندر وہ رنگ بونہ گئی
تمہارا رنگ نہ بدلا ہماری خونہ گئی
مکین کی زینت رونق مکان کو چھو نہ گئی

ان کی نگاہ دلکش پہلو سے لے گئی ہو
دونوں طرف ہی کیساں یوں جذبہ محبت
صنعت پر یکب ہیں شہد ہ کرم و جن کا
شوق شہادت ایسا دل میں سما گیا ہو
کیا کوئی ظلم تازہ آیا ہے یاد ان کو
نہرت محاز سے ہو صادق ہو عشق ہم کو
تہ نظر ہے جلال شکر شمع ہم کو

لے تصدیکم ہوا تو اچھا ہوا مگر ہم
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اسوائے انتظار میں

جلوہ انگن ہو وہی دونوں جگہ انور ناہج

سہرا کس کو ملی تھا جرم کس کا

بل جل کے رہیں جو ہر و شمشیر کی دست

۷۸

محلہ حاجی گنج عظیم آباد سنہ ولادت ۱۸۷۵ء اور دو سے خاص شغف

کرتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال

ہوئے انتقال کیا۔ شاد عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ

ہوتا تھا موزون یہ ہے۔

ازل سے لائے جو مستی تھے اسکی خونہ گئی
بہ طنز کہتی ہے چھو یوں سے کھل کھلا گئی
تو خال و خط کے محاسن کو چھو اصل کو دیکھ

میں رو کے اشکوں سے خود اپنے بولیا طاہرہ حریم دل میں تری یاد بے وضو نہ گئی
 وہ نخل تازہ و تر تھا خیال اے عارف کہ سوکھ جانے پہ بھی طاقتِ نمونہ گئی
 (۷۹) عاشق۔ بابو جگر ناتھ پر شاد عرف بتو خلف منشی راوہا کشن
 قوم کھتری سرین ساکن محلہ چھوٹی پن دیجا پٹنہ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے
 تھے اردو کے علاوہ کھوڑی فارسی بھی جانتے تھے۔ خلیق اور منکسر مزاج
 تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کے شاگرد ہوئے ۱۸۹۲ء میں
 بعارضہ سل انتقال کیا۔ ایک دیوان موسوم بہ کارنامہ عاشق ۱۸۹۵ء
 میں طبع ہوا تھا۔ ان کا کلام بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

رہا نہ ہوش ترے عشق میں بجا اپنا بتوں کو سجدہ کیا جانکر خدا اپنا
 کوئی کہتا ہو مسلمان کوئی آزاد مجھے قدرداں خوب ملے ہیں یہ خدا داد تجھے
 جو فرق صرف نام کا پر ذات ایک ہی تم رام بارجم کہو بات ایک ہے
 (۸۰) آزاد۔ بابو بھوانی پر شاد ساکن محلہ کالی استھان پٹنہ رائے
 اسری پر شاد عطا کے حقیقی بھتیجے تھے ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاد
 عظیم آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا
 ۱۹۱۲ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

نہ اس سرا کا بھی بند کار غمانہ ہوا کوئی سحر تو کوئی شام کو روانہ ہوا
 تراجمال دکھانا ہمسا رام جانا کچھ ایسی بات نہ کھتی جس کا اک نماز ہوا
 تعلقات نے پاؤں میں بیریا ڈالیں گھر اپنا آپ کے حق میں قید خانہ ہوا
 ہزار شکر نہ حدت کا ہم نے منہ دکھا امید وصل سے پہلے ہی دم روانہ ہوا
 سنا رہی وہی روح گھٹ کے اے آزاد وطن سے آئے ہوئے ہم کو اک زمانہ ہوا

جو تیرے ظلم و ستم کا و فور ہو جاتا
 نہ کرتی موجِ حوادث اگر در اندازی
 تو بحرِ غم سے ہمارا عبور ہو جاتا
 تازا صحنِ مجھ سے کیوں بت مغرور ہو گیا
 تجھ سے گناہ کیا دلِ رنجور ہو گیا
 آزاد شکر ہے کہ بھلے دن اب آگے
 بد شہتی کا داغ جو تھا دور ہو گیا

۸۱) شاد۔ بابو بدری ناٹھ خلیفہ منشی ہرنبس رائے ساکن چنڈی پور
 شائع کیا۔ حضرت بسمل گیاویا کے شاگرد تھے پھر حشر بیھویا اور خلش

گیاویا کو اپنا کلام دکھایا۔ ان کا ایک شعر سنا کیا تھا وہ یہ ہے۔
 جوش و صفت ہیں مرا چاک گریباں دیکھ کر
 لوگ کی لیتا ہے سرخار مغیلاں دیکھ کر

متاخرین ہندو شعرا

۸۴ عطا۔ رائے ایسری پرشاد رئیس عظیم آباد مجلہ کالی استھان۔
 خلف رائے لچھی پرشاد۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے
 تھے۔ اوالعزم اور علم دوست تھے۔ ایک رسالہ علم عروض میں ان کا تصنیف
 سے یادگار ہے آخر عمر میں درویشانہ وضع اختیار کی تھی۔ ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء
 کو تقریباً ستر سال کی عمر پر انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔
 ذکر میری دنیا کا سین کے کہا کیسما بے مثل یہ کہانی ہے
 ۱۹۲۲ء کے مشاعرہ واقع محلہ لودھی کٹرہ بمکان شاہ اقبال صاحب
 مرحوم انہوں نے زمین رجبہ ذیل غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج ماہ دسمبر میں
 بھی شائع ہوئی تھیں۔

دیکھنے دیتی نہیں ہنگو حقیقت میری
 دیکھنے دیتی نہیں ہنگو یہ صورت میری
 یہ سیکس سے ہوئی جب سے کہہ دیتا میری
 دیکھو دیکھو کہیں گھر اونہ تربت میری
 تب انہی آئے گی جو کچھ کہہ حرمت میری
 رہ ہوں صبر قناعت ہی ہو دولت میری

آنکھ کے پردے کے باعث یہ عینت میری
 آنکھ کے پردے والے مخلوق بنا رکھا ہے
 جز نسیم اور دکھائی نہ مجھے دیتا ہے
 چین سے سو یا پڑا ہوں نہ اٹھاؤ مجھ کو
 اب کوثر سے ذرا آنکھ تو دیکھ لے زاہد
 زر کا خواہش نہیں لفت نہ ملالین کی ہر

میں کسی شے کو بھی اپنے سے علیٰ سمجھوں
کوئی گریہی بھکا ہوں سے جو دیکھے دیکھے
کس پیرسی کے زمانہ میں خدایا د آیا
سجدہ کرنے ہی نے گمراہ کیا تھا مجھ کو
میں عطار ندبوں اور طرز سخن ہو لیتا
لگا کے سرمہ کہ جادو جگا کے بیٹھے ہیں
سنے گا کون کہانی مہری یہاں حساب
انہوں نے سیکھا ہوا آنکھوں کی اوٹ پور ہونا
نہ سمجھے نا کوئی میری وفاتے کیسی ہے
انہوں نے مجھ کو کہیں کا بھی اب نہیں کہا
کوئی زمانہ تھا صحرانوردی کرتے تھے
کہیں نہ آپ کے دیدار سے تڑپ جائے
یہ خوب تیلہ ملا ہے انہیں نہ آنے کا
نہ اب خدایا سے مطلب نہ کچھ توں سے ہے
نہ پائے کوئی کسی ڈھب سے تا نشان ان کا
کیا جو کرنا تھا ہوتا جو تھا ہوا سب کچھ
عیا تو لائیگی نکھت کہیں سے اس گل کی

یہ روار کھتی ہو ہرگز نہیں نیت میری
یار کی آنکھوں میں لاریہ وقت میری
آخر میں کام مرے آئی یہ غربت میری
آگئی اب تو سمجھ میں مہری غفلت میری
مل نہیں سکتی کسی سے کبھی رنگت میری
شجیب رنگ دلوں پر جہا کے بیٹھے ہیں
غضب ہو عرض پر آب پ جائے بیٹھے ہیں
تو ہم بھی آنکھوں کے پرے اٹھا کے بیٹھے ہیں
چراغ قبر کا میری بچھا کے بیٹھے ہیں
کہ تھ سے حشر میں دامن چھڑا کے بیٹھے ہیں
مزے وصال کے اب چکھ چکھا کے بیٹھے ہیں
اسی سے پہلو میں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں
جو آج پاؤں میں منہدی لگا کے بیٹھے ہیں
کہ خاک اپنے صنم پر رما کے بیٹھے ہیں
جو نقش پا بھی کہیں تھا مٹا کے بیٹھے ہیں
اب انتظار میں ہم تو قضا کے بیٹھے ہیں
عطا اسی سے تو رخ پر ہوا کے بیٹھے ہیں

ان کا ذخیم دیوان ان کے لڑکوں درائے میلکوم جمیس سنہا اور
رائے اڈون ہور لیس سنہا کے پاس موجود تھا غالباً اتک محفوظ ہے۔

۸۳۳ مال۔ بابو بھولانا تہہ منصف مدہ پو وضع جیا گلیو رارو دتھار کا

کے دلدادہ تھے۔ عجم کارسہرکاری کے باوجود مشتق سخن بھی جاری رکھتے تھے اور اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی غزلیں بعض نگہ ستوں میں بھی شایع ہو کر تھی تھیں ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا ان کا کچھ کلام رسالہ تاج گیا ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے
نقاں کے ساتھ لب تک مبدم آنے سے کیا حاصل
دل مضطر کو سمجھا دو کہ گھر آنے سے کیا حاصل

جو پیشانی کا لکھا ہے وہ پیش آننا ضروری ہے
تو پھر تقدیر کی باتوں پہ غم کھانے سے کیا حاصل
نصیحت ہم سے دیوانے کہیں سنکر منجھلتے ہیں
کوئی ناصح کو سمجھا دے کہ سمجھانے سے کیا حاصل
جو مرنا ہے تو ہم بھی زمیں کے کوئے جاناں میں
کسی جنگل میں جا کے سر کو ٹکرانے سے کیا حاصل
ہماری جاں نشاری بھی کسی دن آزما دیکھو
یہ قصے سبلی و مجنوں کے پڑھوانے سے کیا حاصل

نگاہ مست ساقی سے ہے بزم منے کی کیفیت
ہمیں پھر ساغر و مینا و مینا نے سے کیا حاصل

تاج ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

غم سے مرا کب حال پریشیاں نہیں دیکھا کب اس دل صد جاگ کو گریاں نہیں دیکھا
شکوہ مرے رنے کا عبت کرتے ہو یارو کب خم جگر کوئے خنداں نہیں دیکھا

تو نے ابھی اس کھل کو خراماں نہیں دیکھا
اس بت سا کوئی دشمن ایسا نہیں دیکھا
کس نگ میں کس دپ میں نہاں نہیں دیکھا
مائل سا بھی ہشیار نگہباں نہیں دیکھا

اپریل ۱۹۲۰ء مشاعرہ مدہ پورہ ضلع بھاکھپور

جواہ منہ سے نکلی وہی شعلہ بارہت
سب زرمیٹیں لہریں میں سب کا مزارہت
تار نفس بھی اب تو مارتا رہے
قاہ میں اپنے کب دل بے اختیار ہے
دودن کی زندگی بھی تو ناپا یاد رہے
پہلو میں بے سبب نہیں لہے قرار ہے
سو دانی وہ جنوں کے سر پر سوار ہے
یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے
کچھ اور گل کھلا یہ زمیں پر بہار ہے

اترا کے نہ چل کبک دری باغ میں اتنا
دیکھا تو حرم میں بھی پرستش ہو اسی کی
اے شمع شب فروز ترے مسن کا جلوہ
کھو بیٹھا ہے دل جو کہ کھا کنجینہ اسرار

داغ تب فراق سے دل لالہ زار ہے
کیا پوچھتے ہو حسرتیں میری کہاں گئیں
دست جنوں سے چاک گریباں ہوا تو کیا
باتیں تری سمجھتے ہیں ناصح یہ کیا کریں
کس بات پر ہے پیکرِ خاکی تجھے گھمنہ
پھر گل نیا کھلا سیکنا موسم بہار کا
تلووں کو کیوں نہ خار منیلاں کی ہو ہوس
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے
مائل ترے کلام کا سابق ہے ہر کوئی

غزلیں مطبوعہ تاج جون ۱۹۲۰ء

جو شعری ہمارا اک غم کی داستان ہے
پھر عشق زخم دل پر میرے نمک نشاں ہے
اس نیم قطرہ خون میں کیا زور لانا ہے
تو کیا پھر اک تم سے برگشتہ اک تھاں ہے
آہوں کے بے لب پر ہر وقت اک ہوا ہے

یا شرح سوز دل ہے یاد رکھاں ہے
پھٹکتا ہوں سوز غم سے سینہ میں دلیاں ہے
ہو سانس یعنی مشکل دل اس قدر تپاں ہے
بے شمع کبک دل میں تیری جگہ ہے کافر
سوز دروں دل میں اک آگ سی لگی ہے

لو کہہ چکے بہت کچھ بس اب باں سنبھا لو منہ میں گے کبھی آخرے جانجاں باں ہے
 وعدوں پہ تیرے اے بت امید مغفرت ہے یہاں شکن نہ ہونا اللہ درمیاں ہے
 مائل نے ۱۹۲۲ء میں مدہ پورہ ضلع بھاگلپور میں چھک کے عارضہ میں
 مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ ان کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا معلوم نہیں
 اب تک محفوظ ہے یا نہیں۔

۸۴) صہبا۔ رائے کنور بھائی رئیس گیا تھا گرد حضرت اکبر دانا پوری
 کیونہ کلام یہ ہے۔

سجدے ہم کرتے ہیں ہ پاؤں کھتے ہیں جب دعوائے خدائی یہ بتاں رکھتے ہیں
 ۸۵) قریاؤ۔ نستی بدری نرائن ولد منشی درگاہ پر شاد قوم کا بیٹھ ساکن
 ندرہ ضلع گیا۔ کلکٹری میں نقل نویں تھے اور موضع ندرہ کی انجمن چشمہ سخن
 کے سکریٹری تھے۔ مشاق شاعر تھے۔ کلام یہ ہے۔

ناز سے دیکھا تو آخر اک نظر میری طرف دل جو تم نے لے لیا اس کا کلا جاتا رہا
 ۸۶) کشش۔ بابو گو بند پر شاد خلت بابو گنگا پر شاد ساکن موضع ندرہ
 ضلع گیا، تلمیذ جافظ عبد الاحد ساکن شیر گھالی۔ زیادہ حال معلوم
 نہ ہو سکا ان کا ایک شعر یہ ہے۔

اپنی تو سجدہ گہ ہر دور سے فروتنی پر دیر و حرم سے کام نہ کچھ تھا نکاہت،
 ۸۷) امیر۔ بابو گو بردھن پر شاد۔ اضلاع بہار کے کسی دیہات کے
 رہنے والے تھے محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے ۱۹۰۳ء میں انہوں نے سیول
 ضلع بھاگلپور سے اپنی غزلیں کلمہ ستہ بہار بے خزاں کے لئے بریلی کھجی تھیں
 جو مختلف گلدستوں میں شایع ہوئی تھیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

بہار بے خزاں بابت ماہ اپریل ۱۹۰۳ء

مجھ سے ہر آدمی کو نفرت ہے
غیر بھی کرتے ہیں ککلا تیرا
مردے اٹھنے لگے مزاروں سے
واعظو جاؤ اپنا کام کرو
کیا تردد ہو اپنے مدفن کا
بوسہ مانگا تو منہ بنا کے کہا
توبہ مئے سے بہا رہیں واعظ
اپنے دل کا مجھے کلا ہے امیر
بہار بے خزاں مئی ۱۹۰۳ء

یہ ترے عشق کی بدولت ہے
کچھ مجھی کو نہیں شکایت ہے
ان کا آنا بھی اک قیامت ہے
کوئے جاناں ہماری جنت ہے
کوچہ یار تو سلامت ہے
ایسی باتوں سے مجھ کو نفرت ہے
یہ بھی اک آپ کی حماقت ہے
کچھ نہیں غیر کی شکایت ہے
جانتاں ایرے قاتل کی داہوتی ہے
ہم کو دنیا میں نہ آرام ملا سنتے تھے
الفت غیر کا الزام میں دیتا ہوا نہیں
دیکھا عاشق کا جنازہ تو ستم کرنے کہا
اس کو شمشیر کیف دیکھ کے مقتل میں امیر
بہار بے خزاں اگست ۱۹۰۳ء

خضر اسکندر کو سوئے اب حواں لے چلا
دل تپاں خاطر پریشاں چشم گریاں لے چلا
ذرہ ناچیز کو مہر درخشاں لے چلا
میں سبق کو پانچواں باب گلستاں لے چلا
عشق ہو جو جانب چاہ زرخداں لے چلا
جو چلا مقتل سے تیری سینہ سوزاں لے چلا
دل بغل سے جلوہ رخسار جاناں لے چلا
حسن کے ملتب میں سنتا ہوں ہر گوار عشق

جوشِ حسرت لیکر آیا داغِ پیراں لے چلا
شمعِ عشقِ عارضِ پر نورِ جاناں لے چلا
سارباں جب نامہ لیلیٰ جدی تو اں لے چلا
نامہ پر شوقِ جبہ عوے جاناں لے چلا

رونا آتا ہے ترے عاشق کی قسمت پر مجھے
منزلِ ملکِ عدم کی راہ کھتی تار یک میں
مستی و حشت میں دوڑا مجھے پیچھے تیس بھی
پیچھے پیچھے ہوئے فائدہ کو سمجھانے امیر

ستمبر ۱۹۰۳ء

ہم کہے دیتے ہیں ایسی دلگی اچھی نہیں
یہ شبِ فرقتِ مصیبت کی بھری اچھی نہیں
حضرتِ دل یہ تمہاری بخود ہی اچھی نہیں
دیدہ گریاں یہ ساون کی تھری اچھی نہیں
رونے والوں سے کسی کی ہنسی اچھی نہیں

شوقِ دل ان کو سنایا جب تو جھجھلا کر کہا
لے خدا کتنک ملے گی راحتِ دروہمال
آنکھ کھولو کچھ کہو اپنی، ہماری کچھ سنو
پھر نہ عالم میں نمایاں ہو کہیں طوفانِ نوح
وقت گر یہ گدگد لے کوئی کیوں مج کو امیر

تذکرہ ہند و شاعر مولفہ خواجہ عشرت لکھنوی لا مطبوعہ ۱۹۳۱ء میں

ان کا ذکر اور ایک شعر پایا گیا وہ یہ ہے۔

جذ بہ دل کی میں تاثیر دکھاتا تم کو مرے قابو میں مری جان اگر دل ہوتا

جو دست۔ منشی جدو بیر سہماے خلف منشی بنواری لال عموی ساکن

۸۸ پورمتصل گیا شاکر حشر بیٹھوی و کوثر خیر آبادی سنہ ۱۹۱۶ء میں سکاری

دکیل عدالت گیا کے محرر تھے ۱۹۱۲ء میں تخمید پچپن برس کی عمر میں انتقال کیا

ان کی غزلیں گلہ ستہ چمنستان سخن اکو بر ۱۹۰۱ء میں لکھی اور احمد حسین جوشن نے ان کی

طالی گنج کلکتہ اور گلہ ستہ نسیم بھریا دار شفق عماد پور میں لکھی اور نظر میں گذری نسیم بھری

میں ان کو شاکر حشر مر توم و شفق عماد پوری لکھا ہے جون سنہ ۱۹۰۶ء میں انہوں نے نسیم بھری

اشاعت کا قطعہ تاریخی بھی لکھا تھا۔ غزل مطبوعہ چمنستان سخن بابت اکو بر سنہ ۱۹۰۱ء

کھلے بند پھرتا ہے دشمن کسی کا
 الہی نہ ہو دوست دشمن کسی کا
 ہوا ہے نہ ہو گا وہ پر فن کسی کا
 نہ ہو بدلا ختم میں دشمن کسی کا
 ہو انعم سے کیوں چاک دامن کسی کا
 کہ ہے زمرہ سناہ ارگن کسی کا
 تو وہ پوچھ لیتے ہیں مدفن کسی کا
 وہ سننا رہا روز سنیوں کسی کا
 نہ ہو گا جو ہاتھوں میں امن کسی کا
 نہ ہو میرے کوچہ میں مدفن کسی کا
 مکاں بن گیا رشک گلشن کسی کا

سوزل مطلبو عنہ نسیم سحر جون ۱۹۰۱ء

اگر سویر میں ابر دن رات برسے
 بکھی سے کہیں پیاس آب گہر سے
 کوئی اٹھ کے روتی پھیلی پھر سے
 ملائے انہیں کوئی شمس و قمر سے
 منجھاتی نہیں تمنغ نازک کمر سے
 کراہا جہاں کوئی درد جگر سے
 گہر کو صدف سے صدف کو گہر سے
 کھلے پھول کیا کیا نسیم سحر سے

قبا ہو نہ پیرا ہن تن کسی کا
 مرے دل نے مج کو خرابی میں ڈالا
 نہ کہتے تھے وہ بے مروت ہوا دل
 مصیبت مری سن کے اتنا وہ بولے
 کفن قطع ہونے لگا جب ہمارا
 یہ یازمیا کا گھونگر و بولتا ہے
 جب آتے ہیں گور غریباں کی جانب
 اسے ضبط کہتے ہیں اف کہ نہ منہ سے
 ہجوم قیامت میں کیا حال ہوگا
 پس قتل ہوئے وہ یہ گور کن سے
 جو وہ شہرت گئی یہاں آیا جو دت

مقابل نہ ہو گا مری چنم تر سے
 نہیں ہوتی پوری جو س ہاں تر سے
 کوئی صبح تک خوابت میں غافل
 بڑھے ایک سے لگے دونوں عارض
 میں قربان تیرے لڑکتے کے قائل
 کوئی ڈر گیا ہاتھ کا نوں پہ رکھ کر
 ہوئی آبرو مل گیا آب و دانہ
 ملاحظت نو عروس چمن کو

شب بھر بگڑی ہو تقدیر جو دت جگر دل سے آزر دہ ہو دل جگر سے

قطعہ تاریخ اجراے گلدرستہ نسیم سحر
خدا کے فضل سے اب ہو گیا ہر شہر تھپکڑ
گر ہی ہو موتیوں کی یا مضاہین مسلسل ہیں
گل نشان ہر مدق ہو بلوہ زینوا نگلیں تھے
دشمن قلم کر کے لکھی تاریخ یوں جو دت
عزلی مطبوعہ نسیم سحر ستمبر ۱۹۰۱ء

گیا ہے نار دل آسماں تک
و فور ضبط سے راز محبت
کچھ ایسی بے نشاں راہ عدم ہے
رہی ثابت قدم سہر دے کے آخر
پھنکا ہوں آتش فرقت سے ایسا
جلد یا اس طرح سوز نہاں نے
ملا اس کا پتا دل ہی میں جو دت

عزلی مطبوعہ نسیم سحر مئی ۱۹۰۲ء

ہم دل کسی کو دینے کے قابل کہاں ہے
دن رات ان کے ساتھ رہے سایہاں مگر
بھر کی ہوئی ہو آتش گل سخن مانع میں
زیادہ شہر میں نہ کروں گا مگر کہیں
پہلو کو چاک کر گئی تیغ بگاہ ناز
وہ دردِ دین کے دل میں تلے ڈال ہے
نیا کبھی ہے تو کبھی ہم نہاں رہے
بیل کو فکر ہے کہ کہاں آسٹیاں رہے
شاید مجھے نہ طاقت ضبط فعال ہے
جو دت بنا و اب نل مضطر کہاں ہے

متفرقات

دید رخ سے ہو گیا درماں ل بیتاب کا
آنکھ بھر آتی ہے جو دت یاد میں من متا کی
بھرستی میں نہ کر ایام پیری کا ملال
نشانِ نقش پائے فنکارانِ پایا نہ عام ہیں
طور پر برق جو چمکی ہو ہے موسیٰ بے ہوش
کج ادائیگی نے تمہاری یہ اثر دکھلایا
اضطرابِ مینہ سے ملکر مسیحا کا
دکھتا ہوں جب بھر سائے نثرِ نایاب کا
لوگ خوش ہوئے ہیں کشتیِ قربِ ساحلِ دیکھ کر
ارالی منزلوں کی خاک گرد کارواں ہو کر
جلوہ رخ کے سوا اس میں کوئی راز نہ تھا
پڑ گئے زلفِ سیدہ فام میں خم آئے آپ
نخخانہ جاوید میں بھی ان کا مختصر ذکر ہے۔

۸۹ ہندو۔ بابو پریاگ رام ساکن گیا۔ شاعر و ماہل بھتیجی ۱۹۰۱ء
میں مشق سخن کرتے تھے کلدستہ نسیم سحر میں ان کا کلام شایع ہوا
تھا۔ ایک شعر یہ ہے۔

تصور میں آنکھیں تمہیں کچھ لیں گی کہاں تک چھپو گے کسی کی نظر سے
۹۰ اسیر۔ اکھوری مند کشور ابن اکھوری بہاری لال زمیندار
موضع بھرارہ ضلع گیا۔ قوم کا لیٹھ۔ عدالت میں مختار تھے ۱۹۱۶ء
میں زندہ تھے خلتش گیا وہی سے اصلاح سخن لیتے تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر وقت ستاتے ہو جو اربابِ فا کو کیا حشر میں تم منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو
کوچہ سے گئے اٹھ کے کہیں جا نہیں سکتا آرام ملا وہ مرے نقش کف پا کو
۹۱ صاپر۔ اکھوری سیتل پر شاد خلف اکھوری چھمن سہاے کا لیٹھ
ساکن میگڑہ ضلع گیا۔ سن شعور سے شاعری کا شوق تھا ۱۹۱۵ء میں
ایک دیوان بھی مرتب کر رہے تھے اس وقت ان کی عمر تینیا بیسٹھ سال

کے قریب کھتی نمونہ کلام یہ ہے۔

دیکھا جو کہیں سنت میں مجھ آیلہ پا کو
شاید اس پردہ میں پنہاں کوئی حکمت ہوگی

شہرل مطبوعہ رسالہ تاج گیا۔ جنوری ۱۹۲۳ء

حبّ قومی کی ضیاء جس میں ہو وہ دل نہیں

آئینہ ہے رنگ آلودہ کسی قابل نہیں

پہنو کھدر آگ ہیں ڈالو بدیسی مال کو

جس نے زکّی ساتھ میں منے کے قابل نہیں

راز آزادی ہی پوشیدہ سودیشی مال میں

جبر کچھ تھوڑا سا دلیر ہو تو کچھ مشکل نہیں

ہیں عمل کا وقت ہر سب کام شدہ ہو جائیں گے

بات کی ذہنت نہیں، وقت بھی قابل نہیں

شاہ راہ کا میاں ہے ہزار اتفاق

کچھ نہ ہو گا ہندو اور مسلم اگر اک دل نہیں

بے خبر انہما سے ہو عشق کا دعویٰ یہ ہے

توت رو حانیہ تم کو ابھی حاصل نہیں

کس طرح صابر کے پیری میں خدمت ملک کی

وہ تو انانی نہیں وہ دن نہیں، دل نہیں

کام پورا ہو خاک بسمل کا

ہاتھ اوچھا پڑا ہے قاتل کا

جمع ہیں شاعران خوش گفتار

جم گیا رنگ آج محفل کا

چاند دہن تو شمس و نوشاہ

جوڑا اچھا ملا مقابل کا

بزم شادی میں بزم شعر و سخن

کام ہے شاعران کامل کا

کیوں نہ صابر مجھے مسرت ہو

آج نکلا ہے حوصلہ دل کا

(۹۲)

صنم۔ بابو امبیکا سہاے خلف منشی جگر ناتھ سہاے قوم کا بیٹا

ساکن ہر نام ڈیہہ ضلع گیا سہاے میں پیدا ہوئے بخش گیا دی کے

شاگرد تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یے فائدہ کیوں ہاتھ اکھاتا ہر دعا کو

معلوم ہر دل کا ترے احوال خدا کو

یے فائدہ کیوں ہاتھ اکھاتا ہر دعا کو

لکھو آج منہم تو وہ پھر کتے ہوئے اشعار تر پائے غزل اپنی سنا کر شعر کو
 (۹۳) دہائی - بابو پری ہر پر شاد و چنچل عرف لال بابو اگر وال خلف
 بابو ہر کشتن داس اگر وال ساکن لہیری ٹولہ شہر گیا۔ بڑے ظریف الطبع
 تھے اکثر مزاحیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ کہا میں اگر وال پریس انہیں نے جاری
 کیا تھا۔ عرس گیا وہی سے بھی بہت ربط تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اپنے پریس
 سے اخبار بہار پرخ جاری کیا تھا جس کی ادارت عرس گیا وہی کے سپرد
 تھی پھر ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک دوسرا اخبار "رنگیلا" ہندی رسم الخط
 میں نکالا۔ ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں انتقال کیا۔
 نمونہ کلام یہ ہے۔

بستان دہر میں یہ گلستاں جو کس لئے	نغمہ سہرا یہ مرغِ خوش انجان جو کس لئے
جب نہ ندگی عا اچھا دہائی کے بے ثبات	عیش و نشاط کا سہرے سماں جو کس لئے
دنیا کا انقلاب دکھانے کے واسطے	محتاج مہلو کر دیا دانے کے واسطے
راست جو بعد رنج دہائی ہوئی نصیب	اچھا سبق ملا یہ زمانے کے واسطے
وہی کی شہ ناک اس کس کا عیون ہو گیا	جیسے تملائے کوئی کچی کچی گلزار کی
شگون میں فیس میں نذرانہ میں اور نذرانہ میں	موکل کی چحامت ہوئی جو مختار خانہ میں

(۹۴) قنیں - بابو رام پر شاد بی اے بی ال وکیل گیا۔ خلف منشی
 سنجیون لال دیوان (سات آئے) راج کمار ہی تلمیذ حضرت اکبر دانا پوری
 اردو کے مشرق شاعر تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اور ۱۸۹۵ء میں گیا
 میں ایک ادبی انجمن موسوم بہ لٹری کلب قائم کی تھی جس میں ہر مہینہ مشاعرہ
 منعقد ہوا کرتا تھا اور مشاعرہ کی غزلوں کا گلدستہ بھی شایع ہوتا تھا۔

اس انجمن کا ایک نکل دستہ راقم کی نظر سے بھی گزرا تھا اسی سے ایک نزل
اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ نکل دستہ ۶۶۶۲ خدا بخش لائبریری طینہ میں
بھی موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں ان کے کلام کا مختصر مجموعہ موسوم بہ
یادگار قسین حسین بخش شہر گیا و جانے شایع کیا تھا اور شفق عماد پوری
نے اس کا دیباچہ لکھا تھا لیکن کم سواد ہی اور بے اعتدالی کے سبب یہ مجموعہ
ضروری مواد سے خالی رہ گیا۔

میرا کلب ہمیشہ ہی پھولا پھلا کرے
انسان کس زبان سے تیری ثنا کرے
کب کہتے ہیں یہ ہم کوئی ہم سے نہ کرے
مجھ سے مریضی غم کو کوئی کیا دوا کرے
لیا دوشوں کے غم میں نہ کشتاک لکھلا کرے
نیرنگیوں میں یہ تراشا گردے اگر
تم پہ شاہ ہم سوں نہ ہو دل ہمارا فنا
یوں تو ہماں میں ہیں بہت غیرت کیج
یہ جو مرضا عانات یہاں معرکہ کا ہے
ہو جس کے پاس مال کو اتنا ہی چاہئے
ہم تو دوران کا بھرتے ہیں یہ غیروں پر تار
سیح ہاتھ ہیں یہ دعائے زبان پر
دو دن کی زندگی میں ات کسی سے کیا
نابا اوس قلم کا خامہ جادو نکار ہے

ہو کوئی فصل یہ نر و تازہ رہا کرے
اک مشت خاک حمد خدا کیا دوا کرے
ہم سب میں خوش ہیں کوئی دانا یا حفا کرے
ہاں وہ دوا کرے جو کوئی معجزہ کرے
آٹھ آٹھ اسوقسین نہ روئے تو کیا کرے
ہر روز چرخ ایک کرشمہ نہا کرے
تم یوں بھی خوش ہو تو کوئی مر کے کہا کرے
میرا سیح وہ جو میری دوا کرے
بس کو سیح بنا جو میری دوا کرے
جو مالدار حسن ہو بوسے نہا کرے
ان بیو فایوں پر کوئی دل کیوں قدا کرے
آجائے میرے گھر میں نہ کا نہ خدا کرے
یہ دن نہیں خوشی میں بسہڑوں خدا کرے
مضمون جو تیرا چشم سید کا لکھا کرے

میں نے کہا جو ان سے کہرتا ہوں آپ پر بولے یہ مسکرا کے مرو تم خدا کرے
اب قیس کو بنا دیا کچھ اور عشق نے یسلی میں اس کے نام کی سمرن جیا کرے
قیس کے تین اشعار راقم کے پاس ایک بیاض میں لکھے ہوئے
موجود تھے وہ یہ ہیں۔

چلے باغ دنیا سے کہا لے کے تم نہ کچھ رنگ لائے نہ بھولے کھلے
عجیب نشان سے دیکھا اس کو پہلو میں ہمارے خواب کی تعبیر دیکھئے کیا ہو
شوق سے آئے تھے تربت کو مٹانے کیلئے چپ کھڑے ہیں آپ کیوں گورخیاں دیکھکر

قیس نے ۱۹۰۵ء میں کوئی پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔
رسالہ تاج گیا ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ان کی تصویر بھی شایع ہوئی تھی۔

محلہ مرار پور گیا میں مولوی سید غنی حیدر صاحب مرحوم کا تعمیر
کردہ عالی شان مکان ہے اس کے دروازہ کے اوپر قیس کا کہا ہوا
یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ اب یہ مکان غالباً شاہ قاسم غنی صاحب
کی ملک سے۔

خاوم وارث علی سید غنی حیدر لہستان
سال تعمیرش چو جوی قیس این مصرعہ بگو
این مکان تو کہ در وصفش زبانی بدستوہ
بزم گمہ دولت کہہ دارالسر راختم شکوہ

۱۹۰۲

۹۵) گوہر۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن ملکنہ ضلع گیا۔ زیادہ حال

معلوم نہ ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کھولدے میخانہ کر باب کرم آراستہ لطف ہر ساقی سے کلفا کا برسات میں

۹۶) پھرات۔ بابو بھگوانی پرشاد سنگھ قوم راجپوت ساکن شہر چھبرا

سارن سنہ ولادت تقریباً ۱۹۵۹ء زمینداری کی بدولت
خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بچپن میں ان کا اسٹیٹ کورٹ
آن وارڈس کے انتظام میں تھا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی
اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان زبانوں میں تصنیف
و تالیف کا بے حد شوق تھا ان کی آخری تصنیف لہ سن انکار یعنی علم
عروض سنسکرت انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی۔ فن مصوری اور
موسیقی میں بھی دخل تھا۔ اردو شاعری میں مولوی محبوب احمد صاحب
غنا سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

سمجھنا ہم پریشاں تھے تمہارا خط نہیں ماکر
ترقی معور کچھ ایسی لکھیں معلوم ہوتی ہو
یہ مانا چار کرنے میں نے ل کی خطا ٹھہرنا
تجرب عالم نظر آتا ہے جام عکس افکن کا
لکاتے ہو پتا ہر از کیوں ان کی محبت کا
محبت کی یہ انتہا ہو رہی ہے
ستم پر ستم اور جتنا کرو تم
مے گلبدن کی سے کیا آمد آمد
مجھے چھوڑ کر اب کہاں جا ہے میں
تسے بال جب سے کمر تک ہیں اُسے
خدا کی قسم میں تمہارا ہوں شیدا
کسی سے کسی کا نہ دلبر جدا ہو

ہمارے خط کے مضمون میں اگر کوئی غلطائی
جو مال ہوں یقیناً نکلے وہاں معلوم ہوتی ہو
مگر معور تمہاری کیوں حسین معلوم ہوتی ہے
کہ سچے آسمان او پر زمین معلوم ہوتی ہے
بنوں کی کار سازی بھی تمہیں معلوم ہوتی ہے
کہ ان کی جفا پر وفا ہو رہی ہے
مے درد دل کی دو اہور رہی ہے
سوطر تو باد صبا ہو رہی ہے
مری ریح تن سے جدا ہو رہی ہے
مری جاں امیر بلا ہو رہی ہے
مری جاں تر پر تن اہور رہی ہے
یہی حق سے میری دعا ہو رہی ہے

کسی کی محبت میں ہمارا اب تو طبیعت بہت بتلا ہو رہی ہے
 (۹۷) جوش۔ بابو ہینٹور پر شاد رئیس منظر پور ٹلمیڈ حنینا چو پوری
 ایک مختصر دیوان ۹۰ صفحوں کا موسوم بہ بہار جوش مرتب ہو کر شائع
 ہوا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہی حال تو آئے گا دشمنوں کو نرس عجب نہیں کہ سفارش کے عذ میری

(۹۸) ناداں۔ منشی پریاگ دت ابن اکھوری گردھاری لال ساکن
 موضع دھیوڑھی علاقہ شیرگھاٹی ضلع گیا۔ ڈالین گج میں عدالت
 نویداری کے مختار تھے۔ شاعری میں سرپرکاری سے تلمذ تھا ۱۹۳۰ء
 میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

انور دتا ہوں پھر میں ناداں دل لگا یا تھا دلگی کے لئے
 (۹۹) نطق۔ بابو سحیت زاین سہا ساکن لودی پور ضلع گیا۔

۱۹۲۰ء میں فروری ۱۹۲۰ء میں فروری لودی اور ورد
 لودی پوری کے ساتھ ان کی تصویر شائع ہوئی تھی اس میں لطف دھوی،
 کوٹ اور سیاہ رنگ کی گول ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ عمر
 کوئی چالیس برس کی ہوگی۔ شائق شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پھولوں کی بو سے یاد کے رخ کی آگئی مر کر بھی مجکو چین نہ آیا مزار میں

(۱۰۰) صنوبر۔ منشی بجزنگ سہاے خلف منشی گوپی ناتھ سہاے
 بلسل ساکن محلہ پان دریبہ متصل گذریا پٹنہ۔ رسوخ ولادت
 تخمیناً ۱۸۸۵ء۔ میر باقر صاحب باقر ٹلمیڈ حضرت وحید الہ آبادی
 سے اصلاح سخن لیتے تھے میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا ہوا

قطعہ تاریخ طباعت بھی مندرج ہے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا
مشاعرہ مقام درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سر میں ہوں نے یہ غزلیں لکھی
تھیں جو رسالہ تاج میں شائع ہوئی تھیں۔ دس بارہ سال بعد سے
اسٹوں نے انتقال کیا۔

اس دل زار میں جب عشق پر بڑا دیا
بنا پرستی سے مراد دل سے منور نہ اید
کیا کہیں عاشق جانناز کا کیسا ہی نصیب
کیسی تقدیر ہو مرغان چمن کی یارب
مرغ دل لاکھوں گرفتار ہوئے ام میں آج
جب ہمدردی غم بحر میں موت آئی مگر
غم یہ غم جتنے ہیں وقت میں تڑپے اے ظالم
میں تو نہ دینے کو مقتول میں کھڑا ہوں لیکن
مرے خاک ہوئے جس کے غم فرقت میں
خار غم چھ گیا نشہ کی طرکے دل میں مے
مجھ شمشکین کے سوا اور جنا کے لیے باسے
بے کسمی کے سوا اس عالم تنہائی میں
لوٹ آئی وہی پھر جان رہی آغوش میں
آتش تو سے جل تھن کے ہو خاک پڑاں
دیکھ کر شمشکین دل میں مے غول کی جوار
ان کے ایسا خبر سن کے پرستیانی میں

نور حق ویدہ باطن میں پیدا دیا
دیکھ کر حسن بناناں مجھ کو پیدا دیا
کوے جانان سے کھلی آیا تو بہنا پیدا دیا
فصل نکل آنے ہی کلمہ ار میں پیدا دیا
بال کھلے ہوئے جب باغ میں پیدا دیا
مریا لہیں نہ کبھی با وفا پیدا دیا
نارہ گزرتی ایوں پر دم فرما دیا
خواب میں کبھی نہ کبھی مانتے جلا دیا
تیرے بھی نہ کبھی وہ تیرا بچا دیا
نہاں تیرا نہ کبھی یا نہ کبھی یاد دیا
اے فلک تھلو کہانی اور نہیں یاد دیا
کرتی کیا بھی تو وہ دور سے یاد دیا
کون اس وقت دم نہ رکھے یاد دیا
سرنہ ہونے والے یہ ہوا یعنی یاد دیا
خوردن لہاں کو کھلی کلمہ ار مر یاد دیا
حال کہنے کو زبان تک اٹھا دیا

وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
 اے صنوبر تجھے بلجھے ہوئے کیا یاد آیا
 کھل گئی ساری حقیقت مخزن اسرار کی
 پھر طبیعت جوش پر سیاہیوں میخوار کی
 جو محبت سب کو اس کے ابرو سے خمدار کی
 اور دل میں آرزو بڑھتی گئی دیدار کی
 طالب حق کو کوئی حاجت نہیں زناہ کی
 دیدہ دل میں تجلی ہو خیال یار کی
 روشنی پھیلی ہے ہر سو معدن اتوار کی
 پھر بڑھی جاتی ہو رونق دادی پر خار کی
 چھہ ہی ہو نوک تیغ ابرو سے خمدار کی
 کس قدر رونق بڑھی ہو عشق کے بازار کی
 کچھ حقیقت ہی نہیں جو چین کی تاتار کی
 ہو تمنا میری گردن کو تری تلوار کی
 پھر تو کھل جائیگی قسمت دیدہ بیدار کی
 ہے پڑی زنجیر دل پر کیسے خمدار کی
 ایک بھی صورت نہیں دکھی کسی غم خوار کی
 جو عجب تاثیر اس کی شوخی رفتار کی
 وہ کہاں سے تو اڑا لائی ہے زلف یار کی
 کس نے دکھی ہو بہا رکیساں کسی گلزار کی

نہیں قابو میں ہا دل نہ جگر پہلو میں
 آبدیدہ ہوا تو دیکھ کے کیوں سے فلک
 بند کس آنکھیں تو دکھی میں نے صورت یار کی
 پھر بہا لگا ہوا پھر رونق بڑھی گلزار کی
 آرزو ہو ہر بشر کو اس پر ہی شمار کی
 رعنا پر بھی جب دکھی میں نے صورت یار کی
 لئے برہمن کبت لاک یا بند ہی دام بوس
 کچھ تنہائی میں ہوتا ہو حقیقت کا ظہور
 ہر طرف روشن ہو جز نور مبارک اور گیا
 پھر بڑھا جوش جنوں خستی چلے پھر سے رشت
 نہ ختم دل کیونکر بھرے پھر دل کے اندر اندوں
 نقد دل لے لیکہ ہاتھوں میں ہیں عاشق کھٹے
 عاشقان بولے زلف خنجر ہی کے رو برو
 میں تو مقتل میں کھرا ہوا ہے شمشیر جلد آ
 بند ہو جائیں گی آنکھیں آرزو میں تھے
 حسرتیں دن کی اگر نکلیں تو نکلیں کس طرح
 بے کسی کی حالتوں میں دو غم کے ماسوا
 ڈاکھوں کشتہ ہو گئے بیانیں ہزاروں کی گئی
 جاں دو بارہ میں پائی اے صبا شکر ہو
 اے صنوبر گل کھلے جو آج مر جھامیں گے گل

(۱۰۱) قطرتی - پابو پیربالال۔ ساکن محلہ پان درپہ تحصیل گزری پٹنہ شاگرد
منشی محمد باقر باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت دحیدالہ آبادی سنہ ولادت
تھمینا ۱۸۸۲ء۔ میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا کہا ہوا نطقہ تاریخ
طباعت بھی موجود ہے۔

ان کی یہ غزل گیا کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ
تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں شایع ہوئی تھی۔

جیسا سے برگشتہ جہاں میں ہوئی عزت میری
دل و جان بھئی کی وقت پہ شرکت میری
حسن جاناں یہ نظر پڑتے ہی جاتے تے ہوش
جس کی امید پہ بیٹھا ہوا دنیا میں اہ
قلم کر کے برا شوق سے قاتل لیکن
یا الہی مرے دشمن کو بھی یہ دکھ نہ دکھا
اب میں امید کروں بعد فنا کیا ان سے
ان کے سب ظلم و ستم سہتا ہوں ل پر لیکن
میں جا اسب ہوں دنیا میں نہیں مجھ سا کوئی
کس جا فکر نہیں ان کی، نہیں ان کی تلاش
ظلم سہتا رہا افاق تک نہ زبان پر آئی
وہ ہم کو خواب میں رت کھا کے بیٹھے ہیں
نہ پوچھ شوق شہادت کا ہم سے کچھ حوال
سوال شوق شہادت کیا نہیں جانا

پھیر لیتے ہیں وہ منہ دیکھ کے صورت میری
حیرت افزا ہے زمانہ میں مصیبت میری
اک شاعرے میں یہاں لڑائی دو میری
ہائے سن کبھی پوچھی کبھی نہ حالت میری
شہر میں رنگ لکھا دے گی شہادت میری
جس مصیبت سے کئی اور شب فرقت میری
زندگی میں جو نہ نکلی کبھی حسرت میری
ان سے پھرتی ہی نہیں کبھی طبیعت میری
کس کے ملتی ہے تارے کوئی صورت میری
ان کا دیدار ہوا ایسی کہاں قسمت میری
قطرتی آپ نے کبھی یہ شہادت میری
افصیح آج ہم اپنا جگہ کے بیٹھے ہیں
شہید ہونے کو مقتل میں آ کے بیٹھے ہیں
خوش سامنے قاتل کے جا کے بیٹھے ہیں

ہمارے پاس تو کیا نذر کیا کریں انکو
 ہجوم اہل محبت سے ہو گئے عاجز
 نمران میں تھی گنگوٹوں قبا کے گھبرا کر
 کہاں پر اب ہیں طاقت کہ اٹھلے جائیں کہیں
 خدا کے واسطے ایسے فطرتی بنو تو دیکھ
 جو نقد دل تھا اسے بھی لٹا کے بیٹھے ہیں
 یہی سبب ہے کہ پرے میں جا کے بیٹھے ہیں
 جہن میں دل کی تسلی کو آ کے بیٹھے ہیں
 ناکہ کے تیر تو ہم دل پہ کھا کے بیٹھے ہیں
 کہ کون چھپ کے نکالوں میں آ کے بیٹھے ہیں

۱۰۲) منت - منشی گور بخش ساکن محلہ دھوپورہ متصل بیلیم پور عظیم آباد

ان کی ایک مختصر سی بیاض خود نوشتہ پٹہ (۱۱) یونیورسٹی لائبریری میں پائی
 گئی جس میں کچھ ٹمبس اور غزل کے اشعار وغیرہ پائے گئے یہ بیاض سنہ ۱۹۶۷ء
 کے کچھ بعد کی لکھی ہوئی ہے مندرجہ ذیل اشعار اسی سے نقل کئے گئے ہیں۔

غضب میں یار کی ترچھی نکا ہیں
 پر بھاگس نے جو خط پیشانیوں کا
 رگ جاں چھیدتی ہیں تیر کیا ہے
 بتوں کے رو برو تقریر کیا ہے

۱۰۳) جوہر - بابو رادھے لال - راقم ان کو جانتا تھا لیکن ان کا کلام

دستباب ہوا انتہائے کہ ان کے ورثا بھاگپور کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم
 ہیں۔ جوہر منشی بھرت گ سہاے نسو بر اور بابو پیر لال فطرتی کے عزیزوں
 میں تھے سندھ لادت تخمیناً ۱۸۸۳ء تھا دس بارہ برس ہوا انتقال

کیا میر محمد باقر عظیم آبادی تلمیذ و حیدر آبادی کے شاگرد تھے۔

۱۰۴) درد سے لالہ امرت لال ساکن لودی پور ضلع گیا۔ اردو شاعری

سے خاص شغف رکھتے تھے اور خوش نردی (گیادی) کو اپنا کلام دکھاتے
 تھے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں ان کی تصویر رسالہ تاج گیا میں نسلانی اور فرد کی تصویروں

کے ساتھ شایع ہوئی اس میں دردِ شیردانی اور گول لُوپی پہنے نظر آتے ہیں
 ۱۹۲۸ء کے قریب تخمیناً پتیسالیسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کا کلام
 متفرق رسالوں میں شایع ہوا کرتا تھا اس جگہ بطور نمونہ کچھ اشعار درج
 کئے جاتے ہیں۔

عزل مطبوعہ آل انڈیا مشاعرہ گیارہ ۱۹۲۳ء

تڑک لفت اپنی تملقت میں ہو گو دل نہیں	کیا کروں نا صبح مگر اب اتنا ہی نہیں
میں تجھے نوشیر دیاں بھی کہہ دوں کچھ حال نہیں	ساری دنیا کہتی ہے تجھ سا کوئی قائل نہیں
بزمِ افسرہ نہیں ہو کیونکہ گاندھی کے بغیر	روشنی کیا ہو جہاں شمع نہ محفل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ سینہ سے لگا لوں یا رگو	عقل کہتی ہے کہ اس عزت دہ قائل نہیں
صبر لے درد اپنا کام کرتے جائیے	اس بہتر اور کوئی کوشش کامل نہیں
کیوں نہ مر جاؤں جو پہلو میں ہا دلدار نہیں	زندگی تلخ ہے جس کا ہو کر لی یار نہیں
کہدے اے باد صبا اس گل ترستے جا کر	تیرے بیمار میں اب بیت کے آثار نہیں
ہو کے آزاد بھی اے درد نہیں ہو آزاد	دام کیسو میں جو ظالم کے گرفتار نہیں

عزل مطبوعہ رسالہ تاج گیارہ اگست ۱۹۲۲ء

شکر یہ شاعرانِ کامل کا	جہم گنیا رنگ آج نفس کا
منہ پہ کہتا ہے حال دشمن دوست	صاف اتنا ہے آئینہ دور کا
شاد دیا نے خوشی کے بچتے ہیں	آج نکلا ہے مگر ہمارے دل کا
ضبط کی آہ مر جا اسے عشق	پردہ اٹھ جائے ظلم کا
بزم میں سیکڑوں حسین ہیں درد	کوئی پر سارا نہیں دل کا
نزع میں چور کے کیوں غیر کے گھر جاتے ہیں	ہم کہہ جاتے ہیں آج یہ جاتے ہیں

کوے قائل ہیں جو ہم سینہ سپر جاتے ہیں
 بدحواسی کے نالوں کے اثر کی دیکھو
 دردِ دل دردِ جگر آہ و فغان شور و بکا
 طبیعتِ برسا کا جب ہجر میں آتا و تھیال
 تم دکھاؤ نہ مجھے ابروئے خمدار کی باڑھ
 بحرِ الفت نے مجھے جب ڈبوئے درد

(۱۰۵) راحم۔ بابو راج نوج سہائے وکیل عدالت پٹنہ خلف منشی راج
 پرکاش لال ساکن موضع گلپان پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار کے
 مشہور و معروف اور معزز وکیل تھے ۱۹۲۲ء میں کانگریس کے اجلاس
 کے موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی ادارت
 سیما ب اکبر آبادی نے کی تھی۔ اس مشاعرہ کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین
 بابو راج نوج سہائے منتخب ہوئے تھے۔ سال ولادت ۱۹۲۸ء
 ان کی تصنیف سے ایک ناول موسوم بہ جادوگر جوگی شایع ہوا تھا۔
 شاعری کا نمونہ یہ ہے۔

سبت ہو کر پھر رہی ہے آج اترائی ہوئی
 کوچہ جاناں کے شاہد صبا آئی ہوئی

(۱۰۶) افسر۔ بابو بکر مال دت لال ساکن شہسرام شاگرد احقر شہسرام
 نمونہ کلام یہ ہے۔

ہل ہل زمانہ کو ہے سبق آموز
 کہ رفتہ رفتہ میسر کمال ہوتا ہے

(۱۰۷) فرد۔ بابو رنجیت سنگھ متوطن گیا انکا یہ شعر ایک بیاض میں طاب
 شہدِ آئینہ و انکار تھے ہاں بیکر
 اور انہیں سکتے ہی آئینہ کو تیراں بیکر

تاج ماہ فروری ۱۹۲۰ء میں ان کی تصویر نطق و درد ادوی پوری کے ساتھ شایع ہوئی تھی اس میں فرد شیروانی اور سیاہ گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں عمر اس وقت غالباً پینتیس سال کے لگ بھگ ہو گئی۔

(۱۰۸) فدا۔ منشی کلدیپ سہاے متوطن شہسرام شاگرد راحت شہسرامی نمونہ کلام یہ ہے۔

گلوں نے بیل تیدا کو اٹسکیا رکیا مجھے تمہاری محبت نے بے قرار کیا

(۱۰۹) کلدیپ۔ منشی ٹھا کر کلدیپ ترائن وکیل، شہسرام تلہید راحت شہسرامی ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئے نمونہ کلام یہ ہے۔

عارضہ ایشیاں کا کل کے تصور میں تھے صبح تک گنتے رہے کلدیپ تارے شام سے لکھمی۔ بابو لکھمی ترائن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہوا۔

(۱۱۰) ان کی یہ غزل تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں خیر آباد کے مشاعرہ کی رپورٹ کے سلسلہ میں شایع ہوئی تھی۔

کیوں مجھے چھوڑ چلی دشت میں حشت میری
دعدے بھئی کرتے ہیں پھر آپ کرتے بھئی ہیں
پڑے ہی پڑے ہیں عشاق سے دہکتے ہیں
جس کو کل رات بہت غور سے سنتے تھے غفیر
جو ریزہ توڑ رہے لاکھ مگراں بھی نہ کی
آنکھ زرخس کی دہن غنچے کا ہوس گل کا
میں ہنا کا محبت ہوں زل سے ہدم
وادنی شوق میں مجھ سا جو نہ ہوتا بہر
کچھ دنوں اور بھی کرتی یہ رفاقت میری
یہ سمجھتے ہی نہیں بڑھتی دشت میری
حشر سے پہلے نہ دیکھے کوئی صورت میری
نفسہ فتنہ تھا وہ کھلی حکایت میری
پھر سنتے دیکھو رہ کرتے ہیں نکالین میری
ٹوٹ کر آئے نہ کیوں اس طبیعت میری
موتے مرنے بھی نہ نکلی کوئی حسرت میری
اے جنوں سچ ہے کہ بڑھتی نہیں ہمت میری

ابتدا جوش جنوں کی ہو ابھی کیا ہوگا
منزلوں اور ابھی وصل کی سعادت ہوگی
گردن ویدہ جانان کی بڑلت چھمی
چار دن بعد غضب صہا کی حنت میری
اور مسرور ابھی سے ہو طبیعت میری
مثل سرمہ کے پسی جاتی ہو تربت میری
(۱۱) کشتور۔ بالو نند کشتور لال ساکن محلہ لودیکرہ عظیم آباد لڑکوں
کو پڑھانے کا مشغول رکھتے ہیں اسلئے عوام اسٹریٹ نند کشتور کہلاتے ہیں۔
اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

عظیم آباد کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ ذیل تاج
دسمبر ۱۹۲۲ء میں ان کی یہ غزلیں شایع ہوئی تھیں۔

روز جس بزم میں ہوتی ہو شکایت میری
غم نہیں اس کا اگر لب گئی دو میری
داستان قیس کی اک قصہ پارینہ سے
خیریت پوچھ رہے ہیں جو رسی ہنس نہیں کر
پاؤں رکھنے کی جگہ کوچہ قافل میں نہیں
پونہ پھیلیاں کرتی جو رہتی باد صبا
گردن چشم نسوں سار کا میں کشتہ یوں
آج رہ جائیے معلوم نہیں کیا ہوگا
قیس کتنا ہوا نکلا یہ جنوں میں گھر سے
ڈھونڈنے جاتے ہیں کیا گو رسیا کی زار
میرے رونے سے وہ کشتور
ظاہر اختیار یہ ہو کشتور
کب ہاں جانے کو چاہے گی طبیعت میری
میرے اللہ سلامت سے سرت میری
آکے سن چلے اب تازہ حکایت میری
کر چکے ہیں یہی ردو کے شکایت میری
دکھئے اب کہ کہاں بنتی ہو تربت میری
ارٹکے پونہ پھیلیاں کرتی جو رہتی باد صبا
سب کی آنکھوں میں پھرا کرتی ہو تربت میری
راہ چلے جائیے گا دیکھ کے حالت میری
کشتور لال ساکن محلہ لودیکرہ عظیم آباد لڑکوں
کو پڑھانے کا مشغول رکھتے ہیں اسلئے عوام اسٹریٹ نند کشتور کہلاتے ہیں۔
اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

پرتیاریاوس کہ کل منہ چھپا کے بیٹھے ہیں
 مزادہ کالی گھٹا کا اٹھانے کے بیٹھے ہیں
 ہمارے پہلو میں تو رچرھا کے بیٹھے ہیں
 ہم اپنے آپ کو حیراں بنا کے بیٹھے ہیں
 ہمارے جان کے گاہک یہ آئے بیٹھے ہیں
 وہ میری خاک سدا سن بچا کے بیٹھے ہیں
 تمہارا نقش تصور جہا کے بیٹھے ہیں
 ہماری راہ میں کانٹے بچھا کے بیٹھے ہیں
 ہم اپنی ہستی کو جب مٹا کے بیٹھے ہیں

وہ بے حجاب حین میں تو آ کے بیٹھے ہیں
 جو ان کے سایہ گیسو میں آ کے بیٹھے ہیں
 عدو کا غنیہ خاطر کھلا کے بیٹھے ہیں
 کسی کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں
 وہ بھڑو کچھ کے کہنے لگے خدا کی پناہ
 سمجھ کے سوختہ آتش فراق اپنا
 کسی طرح تو دل مضطرب کو چین آئے
 گئے ہیں یہ ہمیں کو وہ غیر کے شامل
 خدا گواہی کتنی ہے چین سے کشتور

کشتور - بابو اودھ کشتور پر شاد بی اے ال ال بی خلف بابو

مند کشتوری پر شاد ساکن موضع پر دہرہ ضلع گیا۔ سنہ ولادت ۱۸۹۳ء

اور سنہ وفات ۱۹۴۵ء ہے۔ گیا کے مشاہیر مند و شعر میں تھے۔ عرصہ

تک میونسپل کشتور بھی تھے۔ شعر و سخن سے خاص شغف رکھتے تھے اور

اورینٹ کلب گیا کی روح رواں تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک ڈرامہ

موسوم بہ چھپی کٹاری تصنیف کیا تھا جو بمکالی کلب میں کھیلا گیا تھا۔

اور شہر کے روسا اس کو دیکھنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ بعد میں

انوکھی برہمنی بھول پر بھول۔ حال ادھار نامی ڈرامہ لکھا۔

میں گئے۔ ابتدا میں غلامی کیا۔

خواجہ عشرت گمانی کے شاگرد۔

حاصل کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اتنا شہرہ ہے ماہ کا ملی کا
 پھول برسائیں وہ تیرے نام پر
 مال مفلس سمجھ کے لے کر گشتہ
 نہ کو کیا علم کہ ہر آئے کہ ہر تیرے ہیں
 کس کے نالہ نے کیا شور قیامت پرنا
 کوچہ عشق ہے یا ملکہ عید صوم کی منزل
 عاف آتا ہے نظر سبج و مساکا منظر
 غلے نماں تو آتے ہیں تمہارے پکلاں
 ان حسینوں کی دورنگی کیے کرشمے دیکھو
 دل کو برمانا جو یہ خواب پریشاں گشتہ

تلاش۔ بابو جگیشہ ریشاد خلف منشی کا سنی ناٹھ ساکن موضع

۱۱۳) تدرہ صنایع گیا۔ کونہ مستحق اور ذی علم شاعر ہیں۔ اس صنایع کے اکثر ماہر لکھتے
 شعرا ان سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ان کی ادارت میں رسالہ تاج برہمنوں
 تک بہت آدب تاب کے نکلتا رہا اور ۱۹۱۶ء میں گیا میں آل انڈیا مشاعرہ
 بھی انہیں کی سعی سے منعقد ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے
 مشاعرے دھوم دھام سے ہوئے۔ اردو سمجھا گیا کے سکریٹری تھے۔
 انہوں نے شعرا کا ایک تذکرہ موسوم بہ فردغ برہمن (مطبوعہ ۱۹۱۶ء)
 بھی مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اول ربع میں اردو شاعری
 اور ادب کی ترقی میں انہوں نے بہت کافی حصہ لیا سیاسی تحریکوں میں بھی
 انہوں نے عملی حصہ لیا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کے خود نوشتہ حالات

اس تذکرہ میں درج کئے جائیں انہوں نے اپنے حالات لکھ کر دینے کا
 وعدہ بھی کیا لیکن اب تک نہ بھیجا اسلئے راتم کو جو کچھ مسلم تھا اس جگہ
 درج کیا۔ اس وقت ان کی عمر تخمیناً ساٹھ سال ہے ان کا کلام تمام
 اصناف شاعری میں پایا جاتا ہے بطور مشتمل نمونہ از خود ارے کسی
 قدر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

موت آنے لیا پانی ہو کہ مر جاتے ہیں
 جب کچھ گھٹتے ہیں نواہے سے گھٹتے ہیں
 ہم سے تپتی ہو تو لے تم سے مر جاتے ہیں
 ہم جاتے ہیں گھٹتے ہیں مر جاتے ہیں
 مرنے والے تھے اندازہ مر جاتے ہیں
 پھر سے پھر سے گھٹتے دہ غیر کے گھٹتے ہیں
 دکھدیا اب جو گھٹتے ہیں کہ مر جاتے ہیں
 ہم بھی اب نزع میں مر توڑ کے مر جاتے ہیں
 دن تپتے تپتے گھٹتے کو گزر جاتے ہیں

یام یوں عاشق صادق تم سے مر جاتے ہیں
 میری تقدیر سے اچھے میں تمہارے کیسوں
 رات بھر دور دورے تک بھی لاتی و عجب
 ابھی کس میں ہر سنگریسے نالے شہر بھر
 یہ کواں تابک دیکھیں رخ روشن تیرا
 المرد و جہاں لے گشت عشق مدد
 اگلے گھرتے لے لے لے میں تھانے کو
 توڑ کر چھوڑنا جاتے ہو تم غم کے گھ
 یاد رہ جاتی تری تری احباب غلسن

کیوں ل کوڑیپ و آٹھ پھر کیوں چلے چکے روانہ ہے
 کچھ سچ تو بتائے بخت سید اب جو کہ بند کیا بخت

جو مرگ عدو کا غم کس کو سب ہوا مہر کا غم
 رونا رو گئے یہ آٹھ پھر کیوں چلے چکے

وہ رشک میں وہ غمزدہ بن تھے بیول سے بن کے
 اب بعد فناک عالم ہو گیا ہے لحد کا گناہ

پھر بھجر کی شنب لب پر ہر فغان سینے میں کھٹکے دل میں خلش

انار بے آتے ہیں نظر معلوم نہیں کیا ہونا ہے

مرمر کے خلش ہو خاک بسر اور بعد فراقم لوزہ خیر

جو حسرت ہی یہ مسرت ہی جو رونا ہی یہ رونا ہے

اس پہ کیوں مڑتے ہیں کیوں اسکی تمنا دلیں جو بات کچھ کھلتی نہیں جو خیر قائل میں ہی

دور ساغر کی طرح گردش سے اہل بزم کو آپ سے باہر ہی وہ جو آپ کی محفل میں ہی

دیکھئے آکر یہاں نگین پھولوں کی بہار اک شگفتہ باغ ہی جو داغ مہر دل میں ہی

ناصح مشفق نصیحت اپنی رہنے دیجئے عشق کا جو ہر ازل سے پیرا بگل میں ہی

ایک ہی صورت کو دو کر کے دکھادیتا ہے یہ جو ہر آئینہ پہناں خیر قائل میں ہی

غیر ہنسنا ہی اودھر محلو لب جان دیکھ کر میں اودھر خوش کس ہی جو بے اٹھ کر قیامت کی خبر

حشر میں ہم داد چاہیں اور ان کے سامنے رعب اتنا ہی کہ منہ کی منہ پیش ل کی ل میں ہی

قبر میں آتے ہی روشن ہو گیا بکھر کا حال آخری منزل کا منظر پہلی ہی منزل میں ہی

چھپ نہیں سکتا چھپائے سے غبار آئینہ صاف چہرے سے عیاں جو تھوڑے دل میں ہی

دل کے وہ گھٹتا ہی اور کھٹکے ملتا ہی خلش بڑھ کے ڈالنے سے یہ خوبی خیر قائل میں ہی

خلش نے اپنے پسر کا مرثیہ کہا تھا جو رسالہ تاج مئی ۱۹۲۱ء

میں شایع ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سنہ پسر

اس سے پہلے نہ کبھی مورد آزار تھے ہم واقف تاریخ و مصیبت نہیں نہاں تھے ہم

دام صیاد المہ میں نہ گرفتار تھے ہم صرف اک محفل عشرت سے خبردار تھے ہم

یک بیک گردش تقدیر نے کر ڈالی
 چھپ گیا مہر خوشی چھا گئی غم کی بدلی
 صفت ماتم ہو چھی رو کے رلا میں کس کو ہو کٹا کھتی تو کھیجے میں دکھا میں کس کو
 حالت درد جگر آہ سنائیں کس کو ہمنوا اپنی مصیبت میں بنائیں کس کو
 دل کی راحت نہ رہی آنکھ کا تارا نہ رہا
 زندگی کا جو سبب تھا وہ سہارا نہ رہا
 دیکھ کر جس کو بہنے تھے وہ سمورت نہ رہی جس سے آرام تھا قالب کو وہ راحت نہ رہی
 مایل غیش و غرب اپنی طبیعت نہ رہی مختصر یہ ہو کہ جاگی ہوئی قسمت نہ رہی
 فلک غیش کا پر نور ستارا نہ رہا
 پیار کرتے تھے جسے دل سے وہ پیارا نہ رہا
 دل میں ہر ایک کے سچے تھے رسائی تیری شکلا آئینہ نمایاں تھی لفظاؤں تیری
 دل میں حسرت بھٹی کہ کھا نہیں گئی کمانی تیری کیا خبر تھی کہ رلائے گی بدالی تیری
 ناز تھا جس پہ پدر کو وہ پدر سے چھوٹا
 فلک حسن کا رخسار اٹوٹا
 داغ اس سن میں دیا تم نے پدر کو بیٹا کم سنی میں ہوئے اما وہ سفر کو بیٹا
 کیوں نہ شکستہ لیا والد کی کمر کو بیٹا دعوت دے جانے نہیں آئے کدھر کو بیٹا
 یہ نہ امید تھی تم سے کہ کچھ بچاؤ گے
 یہ نہ معلوم تھا برسوں ہمیں بچاؤ گے
 ہر قدم پر سیکڑوں ٹکڑے ہمارے دل کے ہیں ہاں رالے بہروان کوئے جاناں دیکھ کر
 عشق کا بندہ ہوں میں کچھ حسن کا شیدا نہیں آنکھ تو روں پرندوں کے جاناں کیے کر

ایک جلوہ نے کسی کے نحو حیرت کر دیا
 آئینہ میں بن گیا رخسار جانان دیکھ کر
 خضر بھی راہ عشق میں گم ہیں
 کس سے پوچھوں نشان منزل کا
 آئینہ آب جس کو کہتے ہیں
 ایک ٹکرا ہے وہ مرے دل کا

رنگیں۔ بابولشن نرائن لال مہتر ابن بابوہ نرائن لال مہتر
 (۱۱۹۳) آجہا کی ساکن تارنی پر شاد لین پٹنہ۔ سن ۱۹۰۷ء میں عظیم آباد میں پیدا
 ہوئے اردو، فارسی، سربی اور انگریزی میں کافی تعلیم حاصل کی ہے۔
 شہر گوئی کا مذاق فطری ہے۔ سن شعور سے اب تک مشق سخن جاری ہے۔ اکثر
 مشاعروں میں آپ کا کلام بہت مقبول ہوا ہے۔ راقم کے ملاقاتیوں میں۔
 اٹھائیس سال سے محمد ن اینکلو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں اسٹنٹ
 اسٹری کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزل تذکرہ کے لئے لکھ کر

خوابت کی ہے۔

دامن لٹک با ہے خروس بہار کا
 ہر نخل منتظر ہے نئے برگ و بار کا
 ہر لالہ زار آئینہ ہے شعلہ زار کا
 آیا ہے گلستاں میں زمانہ بہار کا
 پیمانہ بے شراب ہو کس بادہ خوار کا
 احساں کہیں نہ یہ ہو اسے خاکسار کا
 ہیں آشتیوں راز خزان و بہار کا
 وہ نخل غرتوں میں چین روزگار کا
 گلچیں کے دل میں خوف نہیں لوگ خار کا

رنگیں شفق سے جیب جو ہے جو بہار کا
 شہرہ ہے آمد آمد فصل بہار کا
 آئی بہار چار طرف آگ سہی لگی
 ہے دامن صبر امید میں بلبل کا دل آبر
 محفل میں فیض ساقی عادل کا عامر
 سامے جہاں میں آئے مستہور آج ہیں
 دنیا بے رنگ بویں بسہر زندگی مولیٰ
 شاخ مراد جس کی نہ پھولے پھینے بھی
 کانٹے جو پاسداری ہیں گل مظہر نہ بولا

اس گل کو فکر کیا مرے حال خراب کی دن رات جو ہے مست خود اپنی بہار کا
 اے ناز میں جو آٹھ پہر مست ناز ہے کچھ حال غم بھی سن دل حشر شاعر کا
 دن کو سکون نصیب شب کو نصیب چین رنگیں نہ پوچھ حال دل سو گوار کا
 رنگیں نے اپنے حالات اور غزل ۱۹۵۸ء میں راقم کو لکھ کر دی تھی
 اس کے کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(۱۱۵) ہوش۔ بابو کا متا پر شاد خلف منشی کلاب لال۔ ساکن ضلع پری
 (سب ڈویژن تو اوہ) ضلع گیا۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے دلدادہ تھے۔
 سابق زمانہ میں بھی ان کا خاندان علم و ادب کی بدولت اس علاقہ میں ممتاز
 تھا۔ ہوش ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کے والد نے ان کو ایک
 گروہی کے یاٹھ ستالے میں بٹھا دیا لیکن کھوڑی مدت کے بعد ان کو اپنے ایک
 قرابت منشی چکر دھر پر شاد صاحب کے سپرد کیا انہوں نے ان کا کلمت کیا
 اور اردو کی تعلیم شروع کرائی لیکن ان کے والد ایک لائق معلم کی
 تلاش میں تھے اتفاق سے ان کو مولوی شیخ تصدق حسین صاحب مل گئے
 جو ہندی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی استعداد رکھتے
 تھے۔ سابق میں مولوی صاحب موصوف کہیں اسٹیشن اسٹریٹ لیٹن لوگری
 سے مستعفی ہو کر درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا تھا منشی کلاب لال صاحب
 کے مکان پر رہ کر انہوں نے ہوش اور ان کے چار قرابت مند لڑکوں کو پڑھایا
 شروع کیا اور ۱۹۲۷ء تک ہوش نے انہیں سے اردو، فارسی اور انگریزی
 پڑھی۔ مولوی صاحب شاعر بھی تھے اسلئے ان کی صحبت میں کم ہی
 ہوش کا فطری ذوق شاعری ابھرنے لگا۔ ۱۹۲۷ء میں ہوش نوادہ بابو

میں اٹھل کئے گئے اور یہاں بھی اتفاق سے ایک مولوی صاحب تھے جو شعر و شاعری سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں ہوش نے کانگریسی تحریک سے متاثر ہو کر سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہا اور کانگریسی تحریکوں میں پسینہ پیش رہنے لگے۔ چند بار قانون شکنی میں پیش رو ہو کر گرفتار بھی ہوئے اور پڑتال کرانے کے جرم میں اسکول سے نکال دئے گئے۔ اب یہ جنگ آزادی میں اپنے ہم سنوں کی رہبری کرنے لگے اور کانگریسی لیڈروں میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ انکی بے باکی اور دلیری کو دیکھ کر سری انوگرہ نرائن سنگھ اور دوسرے لیڈروں نے ان کو نکلے سے نکا کر اور بھی ہمت افزائی کی۔ بہر کیف انہوں نے اسی طرح کچھ دن گزارنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں میٹرک پاس کیا لیکن اس وقت ان کے والد بضعیت ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ بیٹھے اسلئے کالج کی تعلیم جاری نہ رہ سکی۔ ۱۹۳۸ء سے ہوش نے ملازمت شروع کی پہلے مان بھوم میں ایک مڈل اسکول کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد انوگرہ بابو وزیر مالبات بہار کی مدد سے کانپور میں ملازم ہو گئے جہاں اس وقت تک برسر کار ہیں۔ قابل ذکر یہ بات ہے کہ انہوں نے جیسے ہوش سنبھالا شاعری کا مشغہ برابر جاری رکھا۔ جمشید پور کی ادبی انجمنوں سے وابستہ ہے اور شاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے رہے۔ بوسیدہ اور ترنم کے سبب ان کا کلام اکثر بہت مقبول رہا اور صوبہ بہار کے بعض شہروں میں شاعروں کے موقع پر اکثر اپنا کلام سنانے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ رسالہ سہیلیا گیا ہیں۔ بھی ان کا کلام اکثر شایع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ تک انجمن ترقی پسند مصنفین کے کارکنوں میں بھی شامل رہے انہوں نے جمشید پور میں اپنی

تحریر اور سعی سے بھی شاعری کی انجمنیں قائم کی گئیں راقم کے پاس انہوں نے اپنے مفصل حالات اور کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں حالات کا مختص اور پرورج ہوا کلام کا انتخاب یہ ہے۔

سابعی

بس خون جگر وزئے جاتا ہوں لے لے کے ترانہ جئے جاتا ہوں
 غافل ہوں مگر منزل مقصود کو ہوش گر پڑ کے بھی نزدیک کئے جاتا ہوں
 ہر دم کوئی تصویر لئے پھرتا ہوں ہر نگاہ میں یہ تقدیر لئے پھرتا ہوں
 کیوں ورنہ رجائوں میں تدبیر سے ہوش پیروں میں جو زنجیر لئے پھرتا ہوں

غزل

مری شاعری مری زندگی مری بزم شعر و سخن میں آ
 مرغا بیگلی کی بیمارین مرے اجرے دل کے تین میں آ
 مری رات کی ہر تو چاند فانی سے دن کی تو ہی تو دھوپ ہے
 مئے دل کا تو ہی ہے آسرا مری راتوں کی تو تنگن میں آ
 مری راہ میں ہر پہاڑ مری منزلوں میں یہ پہاڑ ہے
 مری آنکھوں کو سوار دے مئے زخم دل کی چھین میں آ
 ابھی دل لوں میں سماج جو اکھی ٹٹا لوں چکا ہے
 میں نورج و غم کا شکار ہوں مری سمندر کی گہرا
 مئے لب پہنچ بھی مہر کی مرادوں تو اب بھی غلام ہو
 مری خاموشی کی زبان بن کے جوش دل کی لگن میں آ
 ہے عدوے جاں مرا آسمان پے میں بھی لچھ سے خلاف ہے

مری بدلیوں کو تو چیر دے نیا چاند لگے لگن میں آ
 جو غریب دل کو بڑھا سکے جو گھنٹہ سر کو تھکا سکے
 مری آرزو ہے نصیب بن مری لکھنی کے توفیق میں آ

مے ناز کوں کی ہیں نعتیں مری بحرِ غم میں وفات ہو
 مری ناز موج میں کھام لے مے ساحلوں کے پھپھ میں آ

مری تربیت میں نہ دم رہا مری حسرتوں میں نہ جان و
 مے پوسن کا تو چراغ بن مری روشنی کی کرن میں آ

گیت

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

تھوم رہی ہے ڈالی ڈالی کلیوں میں اک جوش بھرا ہے
 مست پرندے ناچ رہے ہیں آج نفس کا دار کھلا ہے

چلتی ہے اب باد بہاری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

منہ اترا ہے زرداروں کا محلوں میں اک منور مچا ہے
 ظلمتِ خونت سے کانپ رہتا ہے ایک نیا سورج نکلا ہے

ہوش میں آئے ہیں زناری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

ہر شے آنکھیں کھول چکی ہے دیکھ رہی ہے لال سویرا

اب نہ رہیگا اندھیا روں کا بھارت میں ہر شگام پہ ڈیرا

غم کی دور ہوئی اندھیاری

جاگ اٹھی ہے جتنا ساری

ڈر ڈر کر ہم سانس نہ لیں گے بھوک کی جوالا اب نہ سمیں گے
تنگے پن کو دور کریں گے اب نہ زمیں پر مون رہیں گے

اب نہ رہے گا کوئی بھکاری

جاگ اٹھی ہے جتنا ساری

نہیب کے اک ساز پہ کوئی گیت نہ نصرتا کے کاسے گا

اب نہ ستا کر معصوموں کو عبد کا جھنڈا اہرا لے گا

ہر دل سے اب کرشن مراری

جاگ اٹھی ہے جتنا ساری

سجائی پر کھسی جائے گی دم نہ گھٹے گا فن کاروں کو

شان بڑھے گی مزدوروں کی مان بڑھے گا ہل والوں کو

سٹ جائے گی ہر دشوار خا

جاگ اٹھی ہے جتنا ساری

بیچ بھنور میں ساحل آکر وقت کی کشتی چومے گا

توجہیں ساری ناپ رہی ہیں جیون جیون جھومے گا

آئی ہے منظر م کی باری

جاگ اٹھی ہے جتنا ساری

پیغام جو سن

جو سن نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات میں جو سن پلج آباد رہا ہے

ان کو یہ شعر سنایا تھا۔

بہار میں تو زمیں سے بہا رہا بھتا ہے جو مرد ہے تو خزاں میں بہا رہا پیداکر
ہوش اسے اسی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سلسلہ
میں یہ اشعار موزوں کہے ہیں۔

سمجھو ننگا زندہ کی بھی ہوئی ہوش نگارگر گر میں وطن کو ہوش میں لا کر چلا گیا
قطعہ

میں نے جنتا سے لو لکائی ہے لیتے جینے کی راہ پائی ہے
کوئی لوٹے نہ اس خزانہ کو زندگی کی یہی کمائی ہے
(۱۱۶) اثر۔ بابو امر ناتھ صاحب تعلق لالہ ملکھی رام صاحب۔
ابا لی وطن قصبہ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ صوبہ پنجاب ہے لیکن
ایک عرصہ قصبہ صاحب گنج صوبہ بہار میں سکو نرتا زیر ہیں اور یہیں
محکمہ ریویو میں ملازم ہیں۔ ان کے والد صاحب اردو کے
مشہور شاعر تھے اور ان کے بڑے بھائی یعنی اثر صاحب کے چچا
لالہ ارجن داس خوشدل اردو اور فارسی کے عالم تھے اور دونوں
زبانوں میں شعر کہتے تھے اسی طور پر اثر صاحب نے ذوق شاعری
وارثاً پایا ہے۔

اثر صاحب نے اپنے کوٹ میں پیدا ہوئے۔ کم سن سے
شعر گوئی اور مضمون نگار بن گئے اور ان کی کئی
نئی کتابیں لاہور کے اخباروں میں شائع ہوئی تھیں اور اسی سال یہ
خود لاہور کے ایک ہفت روزہ "اتفاق" کے ایڈیٹر بھی تھے

دو صاحب علم دوست اور تخلیق ہیں۔ راقم سے غائبانہ ربط و اخلاص رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام اس تذکرہ کے لئے بھجوا ہے۔ وہ بحسنہ نقل کیا جاتا ہے۔

کلام امر نامتھ اثر

تری صورت کہ معصوم و حسین معلوم ہوتی ہے
 محبت پھولتی پھلتی نہیں معلوم ہوتی ہے
 تقویٰ جب کہانے کیسے پر خم کا آتا ہے
 تمہاری بیوفائی ہو گئی و نقش دل جب سے
 محبت فریب حسن ہی کا نام دنیا میں
 اڑا کر لے گئی ہے ہائے جو صبر سکوں جیسے
 ہائے خانہ دل سے کبھی یا ہر نہیں جانی
 تمہارا ہی قصوے بہل جاتا و حیا جس سے
 تمہارے حسن رنگیں میں کشش ہی اور پورے
 محبت کی دنگلیں ہائے ہولے جہاں والو
 ملیں گے کیا اثر دیر و حرم بگدست و خود کو

مجھے غارت گراہاں وہیں معلوم ہوتی ہے
 یہ جلوہ گاہ دل بجز میں معلوم ہوتی ہے
 محبت ایک مار آستیں معلوم ہوتی ہے
 تمہاری ہاں بٹوانے ظالم نہیں معلوم ہوتی ہے
 تمہاری شامخ و نشین معلوم ہوتی ہے
 تمہاری ہانک گاہ واپس معلوم ہوتی ہے
 تمہاری یاد غیبی پردہ نشین معلوم ہوتی ہے
 و گرنہ زندگیاں اندوگہیں معلوم ہوتی ہے
 مجھے ہر چیز دنیا کی حسین معلوم ہوتی ہے
 ذرا دل دھونڈ کر دیکھو یہاں معلوم ہوتی ہے
 مجھے آراہ گدہ کی بٹوں نہیں معلوم ہوتی ہے

(۲)

محبت نے تم کو خوب اظہار سے آجکل
 تیرا ستم و فاسد بھی پیارا ہے آجکل
 دنیا کی راحتوں سے کنارا ہے آجکل
 دل میں یہی ہوتی ہے کوئی شہزاد حسین

و اللہ اعلم
 نے زہر بھی مجھے لوگا ہے آجکل
 اس ہول وراثت خیال تمہارا ہے آجکل
 شہیت ہیں اک پر ہی کو اتارا ہے آجکل

ملکیت بتان خود آرا ہے آجکل
 عمر نے بھی ل میں پر بسیار ہے آجکل
 ہم نے بھی اپنے نفس کو مارا ہے آجکل
 تیرے بغیر کون ہمارا ہے آجکل
 دنیا کا ذرہ ذرہ شہر آرا ہے آجکل
 ہوش کی روٹیوں پہ گزارا ہے آجکل

دل میں میری آرزوں کی کھٹی بو دہا
 کچھ کچھ بھی کھچی سہی امیدوں کے ساتھ ساتھ
 تم کو اگر ہماری محبت سے غار ہے
 تیرا اگر یہی ہے تغافل تو پھر تبا
 اے دل زمین عشق یہ رکھ پھونک کر قدم
 دعوت کسی مغزیرہ کی قسمت میں کیا نر

(۳)

حقیقت اٹھلکی تو بندگی سے کچھ نہیں ہوتا
 تو پھر دن رات کی نو سو گری سے کچھ نہیں ہوتا
 وفا میں رو رہی ہیں آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
 یہ دنیا ہے یہاں اپنی خود نشانی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل و حشمت زدہ آوارگی سے کچھ نہیں ہوتا
 خدا کرنے تو کرنے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
 مسرت سے بسر کرنے غمی سے کچھ نہیں ہوتا

کہ دور ہو تو صلح و آشتی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل ناکام اگر ہمت رسی سے کچھ نہیں ہوتا
 دل آرائی نہیں تو دل ہی سے کچھ نہیں ہوتا
 جہاں لوں کے کچھ ناز و ستم بھی سہنے پڑتے ہیں
 جہاں پر فیض حاصل ہو پڑا رہے سہی در پر
 علاج کھنت دنیا مبادا اے شرم دوراں
 نہ ہو سکیں انرا بل جہاں کی بے وفائی پر

(۴)

نری نظر کے اٹھائے تلاش کرتا ہوں
 نہیں یہ چاند سٹھائے تلاش کرتا ہوں
 وہ دل ضرب نطائے تلاش کرتا ہوں
 نرے ذرائع کے مانے تلاش کرتا ہوں
 حضور رکھ کے پکارے تلاش کرتا ہوں

میں زندگی کے سہائے تلاش کرتا ہوں
 نہ گر پڑے ہوں بحالت سے دیکھ کر تنکوں
 کنار جو ہو شب مر ہو تو ہو اور میں
 نجانے کون سے گوشے میں پڑے ہو گے
 وہ شوق دل جو تجھے بھڑوانکسا کیسا

دل خزیں جو کبھی غمگسار رہتے تھے
کہاں ہیں دوست تمہارے تلاش کرتا ہوں
خدا ہی پار لگا سیکائے آرزو کہ تو اب
بھنور میں ناؤ گناہے تلاش کرتا ہوں

(۵)

غم الفت کو بھی محبوب جاں کہنا ہی پڑتا ہے
بسیا طراغ دل کو گلستاں کہنا ہی پڑتا ہے
کسی بے بہرہ کو جب بہریاں کہنا ہی پڑتا ہے
تو دل کا قتل ہے اور الاماں کہنا ہی پڑتا ہے
مقدر کی خرابی ہو کہ ہمت کی ہونا کامی
بہر صورت جفائے آسماں کہنا ہی پڑتا ہے
نگاہ یار تو نے رازوں کے کھدے کیا کیا
تزی چشمک کو اندازہ بیاں کہنا ہی پڑتا ہے
سوال دوست پر اندیشہ ترک بھت سے
نہیں کہنے کی حالت میں بھی ان کہنا ہی پڑتا ہے
مری تقدیر تجھ پر منحصر ٹھہری تو پھر تجھ کو
خدا اک اور زیر آسماں کہنا ہی پڑتا ہے
محبت موجزن ہے اور مسنگوں میں تلاطم
ہمارے دل کو بھر سکیراں کہنا ہی پڑتا ہے
دیاریا تک تیری رسائی جو ناممکن
اسے دل تیری مرگ ناگہاں کہنا ہی پڑتا ہے
آرزو اس عرصہ گاہ عشق میں دیکھتے تھے جو ہر
ضعیفی میں تجھے آخر جواں کہنا ہی پڑتا ہے

(۶)

سعدیم بولے جاتے ہیں اب تاب و توال اور
کچھ گل نہ کھلائے کہیں یہ درد نماں اور
گھل گھل کے غم نہیں ہوا جی کازیاں اور
جب تو ہی نہ پوچھتے تو کھلاواؤں کہاں اور
پھر تو ہی تاکیوں نہ پڑھے بیرنگیاں اور
جو نشان کجمل بد تزی بود و گیاں اور
جو دل کی زباں اور دہن کی ہی زباں اور
یوں تو ہیں زمانے میں بہت تجھے جواں اور
اے صبر تجھ صبر کیسے میری فغاں کا
کچھ روز تو سنے دے تجھے کونغاں اور
دل گردن ایام سے پس پس کے ہوانواک
اب خاک اڑاتے ہو اڑاؤ مری جیاں اور
شاکر ہے ترا بزم میں گھر پر ترا شاکی
جو فطرت دل خوب ہاں اور یہاں اور

مل جائے اگر تیرے محلے میں مکاں اور
یہ اور زمانہ ہے یہ دن اور سماں اور

ہم حینت و اعظ کی حقیقت سے ہوں منکر
اس دور ضعیفی میں اثر لاج، پچانا

(۷)

در دل کھم گیا اکسیر بہت خوب رہی
رونق گلشن کسٹیر بہت خوب رہی
اک اندھیرے میں یہ تنویر بہت خوب رہی
خواب مستی کی یہ تعبیر بہت خوب رہی
پائے مجنوں کو یہ زنجیر بہت خوب رہی
مچلو اک حسرتِ تعمیر بہت خوب رہی
شکر یہ آپ کی تصویر بہت خوب رہی
سر محفل تری تقریر بہت خوب رہی

رات یا دہت بے پیر بہت خوب رہی
واعظائے علم الفت کے کرم سے دل میں
میں کبھی جیتا رہا دنیا میں بہ امید کرم
موت آئی تو کلمہ دہر سے جہاں بھی چھوٹی
ناصوابت جو دل پر تری باتوں کا فریب
شغلِ اجاب با کعبہ دل کی تخریب
چپکے چپکے ہوئیں باتیں بھی زیار بھی نصیب
وہ ترا طرز کلمہ وہ ترا جوسنس اثر
تضمین بر غزل غالب

شدت درد و الم سے ہم شفا پائے گئے کیا
دوستِ سخنواری میں میری سخی فرمائے کیا

چارہ سازی کو یہ سبب کیا
اقربا مرادِ مقصود کو پہلا گئے کیا

زخم کے بھرنے تک ناخن نہ بڑھ جائے کیا

غم اٹھاتی رہی رہی برسی کی بیانِ مضطر کبتک
بے نیازی حد سے گزری بندہ پر کبتک

ہم حینت اس طرح ایوں ہ کر کبتک
آپ کی نظر کرم ہو گا نہ ہم پر کبتک

ہم کہیں کے حالِ دل اور آپ فرمائے کیا

دل دیا اک اشتم نزار دل کس طرح ہو کا بناہ
حضرتِ ناصح گرا دیں دیدہ و دل فریش راہ

کیا مناسب ہے تری تقسیم شدہ واہ واہ
بس چکی ہے اب تو رگ رگ میں محبت و چاہ

کوئی بھگو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھا گئے کیا

عرصہ گاہ عشق میں جانناڑ کھلانا ہوں میں دیکھ لو کس کس بکیر سے چلا آتا ہوں میں
کون کہتا ہے کہ مر جانے سے گھبراتا ہوں میں آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائے گئے کیا

ہو زبانِ خلق پر گرا پنا چرچا ہوں سہی ہم محبت میں ہیں سولے زمانا یوں سہی
ہو گئی ہم سے اگر برکشتہ دنیا یوں سہی گر کیا نامح نے ہم کو قید چھایوں سہی
یہ جنوں عشق کے انداز چھٹ جائے گئے کیا

آسمان پر سے بھاگیں گے کیوں پس رہیں گے گردشِ تقدیر سے بھاگیں گے کیوں
جاں بکھڑے ہو کر تفتیش سے بھاگیں گے کیوں شانہ زار و زلف میں بھیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتار و قازنداں سے گھبرائے گئے کیا

بختِ دل کھا کھا کے ہم نے پالی اک لذتِ اسد خونِ جگر کا پی چلے ہم جان کر شہتِ اسد
اب رو دیوار کو بھی ہم سے ہر نفرتِ اسد ہے اب اس تمورہ میں غلط غمِ غمِ اسد
ہم نے یہ مانا کہ دلی ہیں۔ ہیں کھائے گئے کیا

۱۱۷) زبیا۔ لالہ رام جی متوطن گیا۔ ۱۹۲۰ء کے قریب شہر کوئی شروع کی
اور مشاعروں میں مغز لیں پڑھیں نوٹہ کلام یہ ہے۔

کس کی الفت کی ہے ششِ دل میں ہوا ز غم سے جو ہے آتشِ دل میں
۱۱۸) ناشاد۔ رام پر شاد کھو سلا خلیفہ رائے صاحب سوانگر اپنے قبائلی

دکن مقامِ راموں ضلعِ جانہ مہر صوبہ پنجاب، تبتا لیکن انھوں نے زندگی کا بیشتر
حصہ صوبہ بہار میں گزارا اور یہیں کے پور سے تھے اور ان کے صاحبزادے
کرشن کمار کھو سلا صاحب نے بھی صوبہ بہار میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

اپنے والد مرحوم کلام کا مجموعہ طبع کرایا ہے جو ڈاکٹر سید محمود صاحب کی تقریباً
 اور پروفیسر عبد المنان بیدل کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ استاد
 اردو کے ان شعرا میں کتنے جن پر ہندوستان بہت کچھ فخر کر سکتا ہے۔ بے
 ذی علم صوفی عشق شاعر تھے۔ ۱۸۸۱ء میں راہوں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے
 ۱۹۰۹ء میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے انگریزی زبان و ادب میں ڈگری
 حاصل کی اور یونیورسٹی کے تمام طلباء میں اول رہے کچھ عرصہ کے بعد لاہور کالج
 میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں آکسفورڈ جا کر فن تاریخ کی
 تکمیل کی اور ہندوستان واپس آکر لاہور کے سناٹن دھرم کالج کے پرنسپل
 مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حکومت نے ان کو ایجوکیشنل سروس میں لے لیا اور
 ریونٹا کالج کٹک میں پروفیسر مقرر کیا اس وقت اڑیسہ صوبہ بہار میں شامل
 تھا گورنمنٹ نے ۱۹۱۴ء میں کٹک سے تبدیل کر کے جی بی بی کالج مظفر پور میں
 پہلے نائب پرنسپل پھر پرنسپل کے عہدہ پر بحال کیا پھر ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۳ء تک
 جی بی بی کالج بھاکلی پور کے پرنسپل رہے لیکن اس کے بعد دوسرے سال
 پتہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ لیکن ان کو مظفر پور کا ماحول بہت مرغوب
 تھا اسلئے ایک سال کے بعد پھر مظفر پور واپس گئے۔ تاریخ میں ان کی تصنیف
 سے "سلاطین و روسائے مغلیہ" ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ ملازمت
 ہی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اجازت لیکر انہوں نے دوبارہ انگلینڈ کا سفر کیا
 اول ۱۹۱۸ء میں ہمارا جہ پٹیاہ کے پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے وار
 سٹاف میں شرکت کی اور پھر ۱۹۲۷ء میں ہمارا جہ الور کے پرائیوٹ سکریٹری
 ہو کر انگلینڈ کی سیر کی۔

خوش حالی اور تمول کے باوجود ناشاد فقیر دل شخصیت رکھتے
 تھے۔ غریبوں سے خاص انس اور ہمدردی رکھتے تھے اور حاجت مندوں
 حاجت روائی۔ فراخ دلی سے کرتے تھے۔ ۱۳ جون ۱۹۴۱ء کو قلبی عارضہ
 میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مطبوعہ مجموعہ کلام موسوم بہ نالہ ناشاد میں ان کی
 ۱۵۴ نظمیں ہیں۔ ہر ایک سے ان کا صوفیانہ پن نمایاں ہے بطور نمونہ ان کی
 نظم نیا عبادت خانہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نیا عبادت خانہ

ملکہ نیا میں ایسا اک خانہ عبادت	مند رہنا ہو لیکن مسجد کی طرز کا ہو
مرلی کی دھن چھری ہو آواز ہو آذان کی	چرچا بچا بیوں میں قرآن و دید کا ہو
اک جام میں پڑا ہو ٹھوڑا سا آبِ فرم	اس آب میں ذرا سا گنگا کا صل ملا ہو
پی پی کے جامِ الفت وہ بیخودی ہو طاری	ہر ایک کی زباں پر وحدت کا ذکر ہو
اپنے صتم کہہ میں بت ہونسی طرح کے	جن کے لبوں پہ ہر دم توحید کا صدا ہو
آپس کا پیر چھوڑیں باز آئیں دشمنی سے	یہ جو تار دل سے وہ جان سے جدا ہو
دھو دھو کے ہم ہمارا آبِ گنگا سے	گر لوحِ دل پہ اپنے حرفِ دلی لکھا ہو
ندیم ہو اپنا ایسا جس سے ہر ایک دل میں	سخت ہو دوتا کی تعلیم انبیا ہو
مٹ جائے کفر و دین کا ٹھکانہ جہاں یاد	ناشاد کی زباں پر ہر وقت ہے دعا ہو

دور حاضر

(۱۱۹) گلو آرا۔ بابو امیتور پرشاد ایڈوکیٹ ڈپٹی میئر و جسٹریٹ
فرسٹ کلاس۔ عظیم آباد کے ہر دن عزیز رئیس اور دور حاضر کے خوشگوار
شعرا میں ہیں۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں۔
یاران میگدہ مرتبہ محمود علی خاں صاحب صاحب میں مجھے ان کے خود نوشتہ
حالات اور غزلیں مل گئیں اسلئے انہیں کو مجسہ اس مقام پر نقل کرنا مناسب
معلوم ہوا چنانچہ لکھتے ہیں۔

”یاران میگدہ کے مرتبہ جو مرے بچپن کے ساتھی اور دوست ہیں
ان کا اصرار ہے کہ میں اپنے سوانح حیات مختصر الفاظ میں لکھ کر اشاعت
کے لئے دوں۔ ان کے اصرار میں اتنا گراں فروغ ہے کہ میں انکار کی جرات نہیں
کر سکتا۔ یہ چند سطریں ان کے حکم کی تعمیل میں بدیہ ناظرینا کرتا ہوں۔ شاید
ان میں میری حیات کے کچھ نقوش نظر آئیں۔“

”میں اپنے جدی مکان گلو آرا ہاؤس واقع محلہ چھرمہ پٹنہ سیٹی
میں ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ میرے باپ جی مری بشو اناک پرشاد
میرے پسرے کا ایک کامیاب تاجر تھے مگر زمانہ کی رفتار کو دیکھتے
ہوئے انہوں نے گلو (انگریزی) تعلیم دینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء
میں گلو ایک اسکول پٹنہ سیٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے
بعد باپ جی کی دلی خواہش کا اندازہ کرتے ہوئے میرے لئے اور

کالت کی ڈگریاں بھی حاصل کیں اور ۱۹۳۱ء میں ٹیچنگ ڈسٹرکٹ بار میں وکالت
 شروع کر دی۔ بابو جی کی ضعیفی اور علالت کی وجہ کو ٹھکڑو ٹھکڑو پھر اپنے ابا کی
 پیشہ تجارت کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس وقت ذریعہ معاش تجارت
 ہی ہے۔ پبلک کی سیدو کرنے کا جذبہ جو میرے دل میں تھا اس کو بروئے کار
 لانے کا موقع بھی ٹھکڑو مل گیا۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں پہلی بار ٹیچنگ ڈسٹرکٹ میں
 کا کمنشنر منتخب ہوا اور ۱۹۳۲ء کے عام انتخابات میں بلا حقیقت ہارنے پر کمنشنر
 منتخب ہوا۔ اسی سال حکومت نے ٹھکڑو کو اتر پردیش میں بھرتی کر دیا اور آج
 تک اس عہدہ پر کثرت فرسٹ کلاس میں بھرتی کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۳ء میں
 جب ٹیچنگ ڈسٹرکٹ میں کارپوریشن کا پہلا انتخاب ہوا تو میں اپنے حلقہ وار نمبر ۲۱
 سے عام انتخابات کے ذریعہ کانسٹیبل منتخب ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں کارپوریشن کا
 پہلا ڈپٹی میئر مقرر ہوا اور تین سال سے برابر ڈپٹی میئر منتخب ہو رہا ہوں۔ چلا
 آ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میں مختلف شہری اور صوبائی اداروں کا
 وقتاً فوقتاً عہدہ دار بھی رہا ہوں۔

"میرے گھر والوں کی زبان عرصہ سے اردو ہے اور میں نے بھی
 اردو مضمون لیکر لی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اردو ادب کی ایک
 بڑی پیاری اور چمکی زبان ہے، بولنے میں مزہ دار، سنتے میں خوشگوار
 اور سمجھنے میں آسان ہے۔ اس کی شاعری میں بولطنت ہے وہ میں نے
 کسی اور زبان میں نہیں پایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ صرف زبانی یا جذباتی نہیں
 بلکہ میرے دل کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ جب بھی ترنگ اٹھتی ہے تو کچھ
 شعر کہہ لیتا ہوں اور وہ سگلوں کے اصرار پر مشاعروں میں پڑھ لیتا ہوں۔

رامیشور پرنسداد گلوکار

غزل

تم رنگ دیکھنا دل دیوانہ دار کا
 جیسے نفس نصیب کو کیا کام اے ندیم
 جلتے ہیں اور بجھتے ہیں امید کے دئے
 عجلت یہ ہے کہ پشت ہو اپر سوار ہے
 بچھ سے گدا کے واسطے دامن بچھا دیا
 اس کے بدرجہا کھتی غنیمت خزاں کی فصل
 گلو آرا کوئی لاکھ جفائیں کیا کرے
 بس منتظر ہوں آمد فصل بہار کا
 موسم خزاں کا ہو کہ زمانہ بہار کا
 یہ واقعہ ہے پیری شب انتظار کا
 کس کی تلاش میں ہے مسافر غبار کا
 احسان ہے یہ سایہ دیوار پار کا
 جیسا گذر رہا ہے نہ طمانہ بہار کا
 دامن چھٹے نہ ہاتھ سے صبر قرار کا

غزل

زمین بھی ٹکھ سے خفا ہے خوش آسماں بھی نہیں
 مرے لئے تو کہیں گوشہ اماں بھی نہیں
 خدا برا کرے و محنت کا دشت ہو کہ چمن
 قرار دل کو یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں
 کچل دی اپنے جنس و فایرانہ ہوا
 اب اس جہاں میں کوئی اس کا قدر داں بھی نہیں
 یہ کیا ہے پھر جو دورنگی نہیں زمانہ گی
 کہ فصل گل بھی نہیں موسم خزاں بھی نہیں
 اسی پہ کیوں ہے نظر برق کی خدا جانے
 بہت بلند مری شاخ آستیاں بھی نہیں
 جو ن عشق میں سب کچھ بھلا دیا تار صح

بس انتہا ہے کہ یاز اپنی داستاں بھی نہیں

رہِ خلوص سے باز آؤں کیوں میں گلو آرا

مجھے کچھ اس میں تو اندیشہ زیاں بھی نہیں

پہلا ہے یہ قصور بس بڑرگزر کریں

کیونکر بیان لذتِ دردِ جگر کریں

پھر غیب کیا چھپائے رہیں شہر کریں

کانٹوں سے پاکِ صاف تر عیار بگزر کریں

طے جس میں کو قیمتِ لعل و گہر کریں

کیوں اعتبارِ وعدہ شامِ دستِ گہر کریں

جو کام ہم کریں وہ سمجھ بوجھ کر کریں

زبانِ عشق تہ لے خوش دلی کا نام ابھی

مگر ادائہ ہوا حاصلِ کلام ابھی

کہ رند کرتے ہیں تیرا کچھ احترام ابھی

ہمیں تمہاری صداقت میں ہے کلام ابھی

کہ مستوں سے کھنی نکالنے کو کیا کام ابھی

ضرورت آج ہو جس کی کر ڈھکام ابھی

تم اپنے آہو سے دل کو تو کر لیم ابھی

یوں رند بھلو لہو داستانہ چاہئے

رندوں کو ایک محض رندانہ چاہئے

بھکو تو روحِ کعبہ و تہا نہ چاہئے

بخشیں نہ پھر ہم آپ کو شکوہ اگر کریں

ناصح تو ناشناسِ محبت ہو کچھ نہ بوجھ

الفت تو ایک جذبہِ نظری کا نام ہے

منزل کی جستجو میں یہ جذبہ بھی ہو شریک

اس دور میں ہو کیا نگہ جو ہری کی قدر

سو تیر بولیں یہ بھی یہ سمجھ میں نہ آسکا

گلو آرا کچھ بڑا تو نہیں یہ ترا خیال

مجھے ہر نالہ و آہ و فغاں سے کام ابھی

زبانِ عشق نے گولا کھد خستہ کیا

اٹھا وہ ابرسیہ سیکہ سے جا و اعظ

مری حکایتِ دل سن کے وہ یہ کہتے ہیں

بس آج ہو گئے ہم نازِ حسن کے قابل

جو کرتا چاہتے ہو کل وہ آج ہی کر لہ

بناؤ دلش کو پھر رام راج گلو آرا

زاد نہیں کہ سب سے سدوانہ چاہئے

گل چلتے نہ گلشن و ویرانہ چاہئے

تیرے میں بے نیاز کے سنگِ خستہ سے

کیا لطف اگر یہاں بھی ہے رسم امتیاز
دولت سمیٹ کر کوئی بنتا نہیں شریف
سناقتی جنوں پہ واہ رہی سنا نہ چاہئے
افساں کو رکھ رکھاؤ ستر لگانا چاہئے
دل تیرا انتظار سے بیگانہ چاہئے
بازو میں طاقت پر پروانہ چاہئے
کوئی جنوں نواز ہے کوئی خرد پسند
گلو آرا تجھ کو ان سے الجھنا نہ چاہئے

(۱۲۱) رائے۔ رائے گوپال کرشن صاحب بی. اے رئیس عظیم آباد

ساکن محلہ میتن گھاٹ۔ سنہ ولادت ۱۸۹۷ء ہے۔ راجہ خیالی رام
کے ورثا میں ہیں۔ انگریزی میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ فارسی اور

اردو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اردو شاعری کا شوق سن شعور سے
ہے سیاسی اور سماجی تحریکوں سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدا میں

شاید کچھ کلام میر محمد باقر۔ باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید آبادی کو
بھی دکھایا تھا لیکن شاعری میں باقاعدہ اصلاح سخن نہیں لی۔ ۱۹۵۷ء

میں انہوں نے اپنا کلام کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے جس کا نام مونس
و کھ رائے گوپال کرشن صاحب : MOMENTS WITH RAI

۱۹۵۷ء یہ کتاب انگریزی اور ہندی میں ہے۔
ابتدا میں ان کی تصویر ہے۔ اس کے بعد انگریزی میں اختساب، مقدمہ

کتاب اور آزاد ہند کو تراجم عقیدت اور ہاتھ تانگانہ صلی کی موت پر اظہار
تاسف کے مضامین کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کے متعلق بیرس

کے مرثیے کے کچھ بند اور اسی طرح دوسرے مشاہیر شعرا کے مختلف اشعار
جز ہیں فارسی اشعار سعدی شیرازی کے بھی ہیں ہندی یعنی دیوتاگری

رسم الخط میں شایع کیا ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ بعد میں خود اپنا اردو کلام بھی دیوناگری حروف میں درج کیا ہے اور آخر میں اپنے بعض خطوط جو انہوں نے مسافر شاہ فور ڈاکر لیس اور اردو مکتبہ مور وغیرہ کو لکھے تھے اور ان میں ان انگریزوں کے انگریزی زبان غلط بولنے اور سمجھنے پر اعتراض کئے تھے اور ان کے جوابات درج کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض خطوط اور بھی ہیں۔

بہر کیف بہار میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے فارسی اور اردو کلام کو دیوناگری میں شایع کیا ہے۔ یہ کس جذبہ کے تحت ہے راقم کو معلوم نہیں لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انگریزی تراجم ان اردو بندشوں سے بہتر ہیں۔ مصنف نے بقول خود مشرقی خیالات کو گھدستہ کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن اگر ماری کتاب انگریزی میں ہوتی تو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے مناسب ہوتی کیونکہ اہل مغرب ہندی رسم الخط سے کمتر واقف ہیں۔ ان کا کلام جو ہندی رسم الخط میں ہے بطور نمونہ اردو رسم الخط میں درج کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۲۵ ایسا لڑائی

چکبست کے طرز پر

جمہا باندھے ہوئے جہاں جاتے ہیں کچھ نئی نشان سے جاں باز امن جاتے ہیں
ہم نہ ماریں گے کبھی کر کے بدن جاتے ہیں بد لے تلوار کے وہ باندھے کفن جاتے ہیں

سامنے ان کے ظفر برہنہ یا پھرتی ہو

آہ نفلوں میں بھی رائے عجب نکلتی ہو

انکی رگ رگ میں ہیں پتو سنجیا کے چمن سنت سنت
 عرصہ جنگ کات مو ان کو ہوا ک شرب کی دہن

رن کا میدان بران کے لئے ماں کا دامن
 رگ کے تلوار سے حاصل ہو تو خلعت ہو کفن

رن کے میدان سے پس پاہوں یہ ہر طور نہیں
 مادر متحد کے بیچے ہیں کوئی اور نہیں

ان دیرن وطن و صفاک بھا کر آنا
 اپنے بھی نہیں درتے یہ جتا کر آنا

یہی گنگا ہے سپا ہی کے نہانے کے لئے
 نا و تلوار گئے ہے پار لگانے کے لئے

جا بجا نصب بید نشان کے قومی علم
 واہ شاہباش کی تم نے نہیں تا آخر دم

اور حفاظت بھی کی ایسی کہ نہ بوز و یاجم
 داران پر کیا گو تم یہ بوز و یاجم

ایک سے ایک میں بڑھ بڑھ کے یہاں مروون
 نام ہو قوم کا ان کی ہی بدولت برکشا

اسی سن میں کہ جوانی ہو آغا
 حل کیا تم نے تیاگ اور ایسا کاراز

ظلم پر ظلم سے پر نہیں آئے تم باز
 رہ گئے دنگ جنہیں ظلم و ستم پر تھا باز

جیتا ہے اپنے لئے وہ بھترانہ مردہ ہے
 مرثا اوروں کی خاطر وہی بس نہ ہے

۱۹۳۴ء کا بھوکے

جب بکھرا نہ کہہ سدا سجا و جہا نہ پر
 دو شنبہ نپدرہ جو رہا کو وقت سد پر

یوں جیتا تو اس میں ہر مرد و ستان بھر
 لیکن بہار ہو گیا معصوب خواہگر

پینہ خداگواہ کہ پینہ نہیں رہا
 تربت مونگیر میں تو بے صفا گھر کے گھر
 زمین ہٹ کر خراب ہوئیں پل بھی جا بجا
 کیا لہلہائے کھیت تہ آب ہو گئے
 بچے، نثار جن پہوں درہائے آبدار
 سن کر فسانہ رائے کا بتہاں نہ دل بھٹے
 اس قہرا نیروی کا ہوا اس یہ وہ نثر
 ایسے مٹے کہ مٹ گیا ٹٹنے کا آگے ڈر
 پانی کی کل بھی بجلی ٹیلفون تار گھر
 پھیلی تمام ریت ہوئے خشک چاہ تر
 بن پانی مر گئے نہ ملا پانی بوند بھنر
 سینے میں اس کے دل نہیں و پارہ حجر

غزل

مشاعرہ بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء بدولت کردہ بابو اماپتی سہا صاحب
 مصرعہ طرح۔ چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے
 تو خا ہی ڈھونڈ ہو پارو جہاں میں ایسی خو کر دے
 چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے
 زباں ایسی بنا دے ایذا طرز گفتگو کر دے
 کہ ہر فرد بشر اب ترکِ ذکر من و تو کر دے
 اگر تو چاک دامان اس کی پامالی کے باعث ہے
 تو لازم سوزن مثر نکال سے اس کا رُو کر دے
 میونسپل ایکٹ تو کو کارپوریشن ایکٹ یوں سمجھو
 کہ اس کا بس یہی مطلب ہے پیش ازمنہ نو کر دے
 اگر بیوی کی حاجت سے فقط کھانا پکانے کو
 تو بیوی کے عوض اللہ سب کو ایک کو کر دے
 سیاسی زندگی میں گر تو خواہاں ترقی ہے

ہوا بہتی ہر جس جانک سہی جاننا رو کرے
 تمہیں چاہے تمہارے چاہنے والے کو بھی چاہے
 کہو کس طرح کوئی اپنے دل کو وں سے رو کرے
 خدا محفوظ رکھے چتونوں سے ان حسینوں کی
 عجب کیا جو نیا محشر نگاہ ماہ رو کر دے
 ڈرا کرتے ہیں ہمیدہ تلون سے زمانے کے
 کبھی عزت یہ تختے اور کبھی بے آبرو کر دے
 بہت ہتھیار اس پیر فلک کی چال بازی سے
 یہ وہ مودعی ہے جو بھائی کو بھائی کا عدو کرے
 کوئی بھی کار مشکل اس کی قدرت کے نہیں باہر
 اس اک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قطرہ کو وہ جو کرے
 بہ مئے سجادہ رنگیں کن چو این قولیست حافظ را
 پہ شوق بودے اگر تو از مئے گل گوں ہنو کرے
 نہیں خیریت سے بڑھ کر کوئی خوئے بد سے انساں میں
 نکایت جس سے ہواے رائے اس کے رو برو کرے
 مشاعرہ تاریخ اگست ۱۹۱۹ء بمقام محمدن اسکول
 مصرعہ طرز۔ شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے
 کسبہ نہ چاہئے نہ صغر خانہ چاہئے
 بیگامی کے صرفہ ہو اس لئے تو بس
 جھیلے مصیبتیں نہ کھلی آفت ہاں پہاں
 ہم مئے گسار ہیں ہمیں مینخانہ چاہئے
 شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے
 اس کے لئے تو بہت مردانہ چاہئے

ننگالی کوٹ پینٹ ویکسا نہ چاہئے
ان کو تو سے دینا و پیمانہ چاہئے
آیا ہوں تیرے در پہ فقیرانہ چاہئے
عاشق کو ہوتا تیرے تو دیوانہ چاہئے
کے پر تھی۔

فیثن کا ہوتا تھا ہر اک سے یہ آجکل
دنیا کی کائنات سے ندوں کو کیا عرض
دے دے نکات حسن کی اے بادشاہ حسن
کیا پوچھتے ہو آئے سے پوٹن و خرد کی پائ
راشترتی راجندر پر شاد

کہ بیٹھے تخت دہلی پر جہانے ڈاکٹر شاد
بٹا کر ہاتھ بھارت کو غلامی کہا آزاد
کہ بھولے گی قیامت کبھی اسکو نہ اسکی یاد
چھوٹتیس کے جو زلزلہ میں ان نے کی امداد
نرزا جائے جو سن لے نام بھو اس کا ستم ایجاد
مٹایا صفحہ ہستی سے نام تو اور بیداد
کہ یہ ثابت ہے میں صوبہ ادلی ہندی اولاد
نہ رہے یا بھارت میں کوئی بھی حسنہ ناشاد
نہ جائے کتنی اجڑی عابستیاں ان میں کیا یاد
کہ پایا ان نے گاندھی جی کے ایسا باکمالی استاد
ہنیں ان کے لئے ہے آئے ہرگز تو منڈکا دا

ٹوٹا ہندو اے اور بہاری خاک میں شاد
ہے انکو مر گیا ہر حال اکلیدوں مبارکباد
کیا وہ دانت کھاد من خود میں اڑنے میں
ہوئی دنیا کے کوئے کوئے میں شاد ہندی
وہ منتر ان نے پھونکا دہر میں گنگا افسا
بہت ایثار کر کے ہے کیا امن و ماں قائم
چنے جاتے نہ کیوں یہ پرستیدت اٹھ یاد اور
ہی انکی تمنا ہے یہی ہے مدعا ان کا
یتیم و بیوہ کتنے ان کے ہیں مریوں کشترا
نہ کیوں کہ ہر کابان کے ہمیشہ کامیابی ہو
جو سمجھا فرض تھا اپنا اسے اس نے کیا پورا

کشمیر کی جھنک

جو راج

یہ جو راجوں میں ستر راج ہے
یہ نہیں ہونے پر کیم کا راج ہے

سے درو یا صحت جو جو راج ہے
نہ ہو کر وراثت سے ہیں دوت سے

بختیاری سیاست

نام وزیر اعلیٰ سرری بختیاری تھا ہے رکھنا پر جا کو شاد وہی ان کا کام ہے
 سستی ہے یاں پہ آئے امر زمان ہو جب سے یہ آئے ایسا ہی یاں کا نظام ہے
 اہل سرری نگر

جو لوگ سرری نگر کے ہر ایسے مدخلیق ہیں مہمان نواز ہیں بسے لائق لیلیق ہیں
 رکھتے ہیں وستی یہ ہر اک خاص و عام سے ہیں پریم کی یہ مورتی غایت شفیق ہیں
 کیسے کے کھیت و تیرے کھیت

کھیت کیسے بیان پر تو نسے دیدن میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ باعث خندید ہیں
 تیرے کھیت بھی ہیں یاں یہ کئی پالی ہیں کہ سکے جن کو نہ محفوظ زرد ویر ہیں
 ہاوس پوش

ڈول اک تھیں جو جہاں چلے مکان ہے ہے ڈھنگ انوکھا ان کا نرا نشان ہے
 راحت کے ان میں سماں مہیا ہیں راکھ تعریف ہاؤس ٹس بیرون از بیان ہے
 امیر اکول

امیر اکول ایک پل ہے یہاں ہے تھیلیمندی اس کے نیچے رواں
 گرد و دار اسکھوں کا اک پاس ہے اور بازار بھی ہے یہاں اک کلاں
 چشمہ شاہی

چشمہ شاہی ہے نام اس کا ہضم کرنا ہے کام اس کا
 بادہ ہو گر نہیں مسر پی لو بھر کر کے جام اس کا
 نشاط باغ

تازہ سرری نگر ہی باغ نشاط ہے دیتا یہ خواص و عام کو ایسا ہے

تشبیہوں جو ہر وقت حورانِ خلد کی تو اس وقت ہیں یہ ان کے لئے یہ لہجہ ہے

سناٹا مار

تو رہاں کا باغ یہی ثنائی مار ہے تعمیر کی وجہ زن و شو کا پیار ہے
بادِ صوم کا نہیں ہوتا یہاں گذر فصلِ خزاں میں کبھی یہاں لطف بہار ہے

ہر دن جھیل

یاں پر اک جھیل کو موسوم بہ ہر دن دیکھا نیچے اک سونا سا بہتا ہوا روشن دیکھا
مثل آئینہ کے شفاف تھا اس کا پانی یا کہوں گویا کہ بہتا ہوا درپن دیکھا

پہل گام

پہل گام سچ فخر کشمیر ہے پہاڑوں میں اے آئے یہ میر ہے
لداک اک ندی بہتی ہے پیچ سے روانی میں یہ مثل اک تیر ہے

گل مرگ

سنا ہے کہ گل مرگ ہے لاجواب مرے واسطے یہ رہا مثل خواب
جو پالیٰ فخر ڈاکے کی اپنے گھر بنا دیکھے لوٹا میں پتہ شباب

(۱۲۲) رنگین۔ تخلص اور نستی چمیدان لال نام محلہ مرار پور گیا
میں رہتے تھے شمس العلماء نواب سید ادا امام اثر مرحوم نے اپنے

نستی ملک عبدالکریم مرحوم کے بعد ان کو ملازم رکھا تھا ذوقِ علم
خوشگوار اور صاحبِ ذوق سلیم تھے۔ نواب صاحب مرحوم کے ہاں روزانہ

صبح کے اٹھ بجے حاضر ہو کر ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد سارا

وقت کتبِ مینی اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے یہ ۱۹۳۲ء کی بات

ہے اس زمانہ کی شاعری کی ابتدا تھی۔ اردو کے علاوہ فارسی کی متعدد اد

بھی بہت تھی۔ سکندر نامہ، قصاید عرفی، دیوان حافظ، انشائے طاہر
 و حید اور دفتر ایوان الفضل وغیرہ وغیرہ منہی کتب بالاستیعاب پڑھی تھیں۔
 بابو اودھ کشتورہ کشتہ گیا وہی سے مشورہ سخن کرتے تھے نسبتاً کایستھ
 تھے۔ سرائے اور پست قامت آدمی تھے۔ راقم کو ان کے حالات
 مجلس مہربان سید غابد امام زید علی شہنشاہ شمس العلماء نواب سید امداد امام
 اثر مرحوم سے ملے جس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے اور انہیں
 تے رنگیں کے تین شعر بھی لکھ کر دئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں
 یہ اشعار خود بتاتے ہیں کہ کس قدر قابل داد ہیں۔

جو ہیں اچھی صورت پہ مر جائیو آئے
 وہ ہیں نام دنیا میں کر جانے والے
 میں نے قسمت کی جو شکایت کی
 اس میں شکوہ تو آپ کا نہ ہوا
 یوں قیامت تک ہے دنیا سلا بھلو گیا
 میری دنیا ساتھ ہی میرے فنا ہو جائیگی

(۱۲۲) نسکی۔ بابو بیچنا تھ سہائے ولد منشی در کا سہائے قوم کایتھ
 ساکن موضع خواص پور ضلع گیا پستہ زمینداری و مختار کاری سین
 ولادت تخمیناً ۱۸۹۲ء۔ اردو کے علاوہ انگریزی بھی بخوبی جانتے
 تھے جلسہ گیارہویں کے تلامذہ میں تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

یدی کرتے ہیں کیوں اہل جہاں نیکی کے بدلے میں

سیب اس کا یہ ہے شاید زمانہ اب خراب آیا

(۱۲۳) شہر۔ تخلص اور بی ڈی مہتا نام۔ زیادہ حال معلوم
 نہ ہو سکا۔ وائس و یوروی نے رسالہ خیابان میں ان کا یہ شعر شایع کیا تھا۔
 نہ چلتی شاخ گل تو آستیانہ اور بن جاتا
 پھر آیا گردن گردوں نے سخن گلستاں ہم سے

(۱۲۳) بہار۔ بابوشیوناناکھ پر شاد ساکت گیا۔ بابو اودھ کشتور
کشتہ کے دستوں میں کھتے اور انہیں کے قبض صحبت سے شاعری
کی مشق شروع کی کھتی بعد میں سیاسی تحریک سے دلچسپی لینے لگے
اور شعر گوئی ترک کر دی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

رہے گا ہمدیوں جب تک ہمارے دم میں دم باقی

نہیں چھوڑے گا اکدم دامن ہندوستان ہم سے

(۱۲۵) بہار۔ اکھوری شیونندن پر شاد قوم کا بیٹھ۔ اردو
فصلع گیا کے اسکول میں پڑھا ستر کھتے۔ خود کو فصیح الملک دارغ دہلوی
کا شاگرد کہتے کھتے۔ بذریعہ مراسلت غزل پر اصلاح لیا کھتی۔ ان کا
ایک شعر یہ ہے۔

فائدہ خاک جمع زر میں نہیں کچھ نہیں خیر اگر بشر میں نہیں

(۱۲۶) پیر۔ بندت مہا پیر۔ بتیا (چمپارن) ہائی اسکول میں قوی

تھے اردو اور انگریزی بخوبی جانتے کھتے۔ اکثر اردو میں شعر کہتے

کھتے۔ ایک شعر یہ ہے۔

دیہی ہے بھگو قدرت صانع کا وہ تیا جوشے بنائی ہے مرے پروردگار نے

(۱۲۷) غنیمت۔ بابو اودھیا پر شاد بی۔ اے قوم کا بیٹھ۔

فصلع گیا کے کسی دیہات کے باشندہ کھتے۔ شاعری میں سیرتلی خان

بیاب غنیم آبادی تلمیذ شاد سے اصلاح لینے کھتے۔ آریاسمان انترم

میں ملازمت کر لی کھتی ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پوستان میں چھاڑ ڈالا گل نے اپنا پیر ہن سیر کو نکلا جو وہ گلگوں قبایر سات میں

(۱۲۸) پروفیسر شیام تراؤن لال۔ راقم اس فخر بہار شاعر و ادیب کو
یوں ہی کا یا شدہ جانتا تھا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا آبائی
وطن بکسر (صوبہ بہار) ہے۔ غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان کے والد غسٹی
رام چرتر لال اور ان کے بھائی جو بلیا اور اعظم گڑھ میں پیشکار اور
سرکار ہی ملازم تھے وہیں شیام پزیر تھے۔ راقم کے غلط کرم فرما ڈاکٹر
سید احمد حسن پروفیسر لی۔ ان بی کالج بھاگلپور نے یہ امر پروفیسر شیام
تراؤن لال آنجھانی کے صاحبزادوں یعنی بابو کرشن چندر لکچرر انگریزی
مارواڑی کالج بھاگلپور اور بابو ہریش چند لکچرر مواشیات مونگیر کالج
سے تحقیق کر کے راقم کو اطلاع دی۔ ذیل میں جو حالات اور کلام درج
کئے جاتے ہیں وہ بھی پروفیسر شیام تراؤن لال آنجھانی کے صاحبزادوں
سے حاصل کئے گئے ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقدمین شعرا
کی طرح انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

پروفیسر شیام تراؤن لال ۱۸۹۱ء جولائی ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔
۱۹۰۱ء میں بلیا اسکول سے مڈل کا امتحان اس امتیاز سے پاس کیا
کہ پورے صوبہ میں اول آئے اور حکومت کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے پانچ
سال تک وظیفہ ملتا رہا۔ ام۔ اے پاس کرنے سے پہلے وہ کاسٹھ پالستانہ
الہ آباد میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر اگرہ کالج میں انگریزی
کے لکچرر مقرر ہوئے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی قائم ہونے پر اس یونیورسٹی
میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بائیس برس تک اس کے والیہ
رہ کر انتقال کیا۔

شعر و ادب کا ذوق فطری تھا اور حافظ بھی بہت قوی تھا۔ قرآن مجید کی اکثر آیتیں، عمر خیام کی رباعیاں، غالب حومن اور ذوق کے اشعار کثرت سے یاد تھے جنہیں وہ اکثر گفتگو میں بر عمل استعمال کرتے تھے بارہ برس کی عمر میں، ہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے، اور اقبال کی نظموں میں وطن پرستی کے جذبات سے ہمیشہ متاثر رہے۔ پروفیسر لال پھول پتھات اور مذہبی تنگ نظری کے سخت مخالف تھے۔ ابتدا میں انہیں یونیورسٹی میں اردو فارسی اور عربی کا شعبہ جداگانہ تھا اس لیے ان کی تعلیم بھی انہیں کے سپرد تھی اور کئی سال تک وہ ان اور بیانات کی اور آف اسٹڈیز کے صدر رہے اور انگریزی شعبہ کا مسرور فیلڈ کے ساتھ ان شعبوں کے کام بھی پوری دلچسپی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ یونیورسٹی اور غالب پر ان کی تنقیدی تصنیفیں انگریزی اور اردو میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں طبیعت بہت مدد دہانی تھی۔ اکثر غائبوں طلباء کی امداد کیا کرتے۔ ان کی عمر کے چونتیس سال کی فیلڈ پر انتقال کیا۔ اس حادثہ سے وہ بارہ برس تک بے ہوش ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں ۲۰ فروری کو رحلت کی۔ ان کی موت پر پروفیسر لال پھول نے ان کے صاحبزادے کو تعزیت کا تار دیا اور لال پھول نے پروفیسر پروال سہرا چاندر راہو پر مشاد کو ان کی تدفین کیلئے حکم دیا۔

اب راقم کے وہ اشعار نقل کرتا ہے جو ان کے صاحبزادے پروفیسر نے پروفیسر لال کے صاحبزادے سے دستیار کر کے یونیورسٹی

لال کی تصویر کے ساتھ اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں۔ ان اشعار کی نسبت
 راقم کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ اشعار خود شاعر کی شاعرانہ
 عظمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے تصویر اس تذکرہ
 میں شامل نہ ہو سکی۔

آج خود آگئے منانے کو	زندگی مل گئی فسانے کو
گا رہا ہوں میں غم چھپانے کو	کون سمجھے مرے ترانے کو
شاخ گل ہے نہ آشیانہ ہے	پھر بھی کہتے ہو مسکرانے کو
پھونک کر آشتیاں بھی بچھ لیا	کچھ سکوں مل گیا زمانے کو
درد کیوں آج مضمحل سا ہے	کیا تپا مل گیا زمانے کو
مضمحل غزم سے سمجھ لینا	بات کیا رہ گئی بنانے کو
عمر رفتہ نے محکو سمجھا یا	زندگی پائی ہے گنوانے کو
سنجھالے لاکھ ہم سینے میں دل کو	مگر دل پھر بھی بھر آئے تو کیا ہو
وہ سمجھاتے ہیں دیوانے کو لیکن	جو دیوانہ بچل جائے تو کیا ہو
چھپانے کو چھپالوں اپنے آتسو	انہیں کی آنکھ بھر آئے تو کیا ہو
یہ چپکے چپکے تنہائی میں رونا	کوئی ایسے میں آجائے تو کیا ہو
شاع زلیست اپنا غم ہے لیکن	جو یہ دولت بھی چھن جائے تو کیا ہو
نظر اٹھی ہے میخانہ لئے پھر	جو پیانہ پھٹک جائے تو کیا ہو
بہاروں میں مری صحرانوردی	طبیعت خود بہل جائے تو کیا ہو
سنانے کو سنادوں قصہ غم	نہ ان کو گریقیں آئے تو کیا ہو
شب فرقت ہے اور ان کا تصور	سحر چپکے سے آجائے تو کیا ہو

امنڈ کر کچھ آنسو تو آنکھوں میں آئے
 مرے آنسوؤں کو علاقہ ہے غم سے
 کسی کو مصیبت میں روئے جو دیکھا
 مرا غم مرے واسطے زمینتِ دل
 یہ کیسے بتائیں یہ کیونکر بتائیں
 وہ وقتِ وداع اسکی آنکھوں میں آنسو
 یہاں تک تو پہونچی تڑپ زندگی کی
 میں وہ نامرادِ محبت ہوں بہم
 مری زندگی بن گئی اک تمنا
 جسے زندگی میں ہو غم کا سہارا

۱۶۹) آگ۔ تخلص اور بابو اما پتی سہائے نام ساکن محلہ پان دریمہ پٹنہ
 شہر کے روسا میں ہیں۔ ان کے خود نوشتہ حالات تذکرہ یارانِ میکہ
 میں موجود ہیں اسلئے راقم نے کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس جگہ
 اسی کی نقل مندرج کی جاتی ہے۔

"مجھے ایسا سعادم ہوتا ہے کہ جسے ایک گہری نیند سے چونکا ہوں نیند
 کا زمانہ وہ تھا جو گزر گیا اور چونکنے کا وہ ہے جو رفتہ رفتہ اس کو کھائے
 جا رہا ہے۔ منظر پر رفتہ رفتہ تاریکی چھائے جا رہی ہے مانتوں نفلایں کم
 ہوتے جا رہے ہیں پرانے اشارتے جاتے ہیں خوش باشی اگر معدوم نہیں
 تو اتنی کمیاب ضرور ہو گئی ہے کہ بغیروں کی کیا اپنوں کی آرام کی زندگی محسوس ہو گئی
 ہے مجھے یہ شکایت نہیں کہ مجھے کیوں اب وہ لطف میسر نہیں جو پہلے تھا اگر

اتنا ہی ہوتا تو کچھ گلہ نہ ہوتا۔ گلہ یہ ہے کہ وہ لطف میرے لئے عنقا ہو گیا۔ آں قدح
 شکست و آں ساقی نماز کا اجرا کر گیا۔ وہ لکھن نہیں ہیں وہ مشغلے نہیں ہے وہ وضع
 و قطع نہیں ہی ہونا دے نہیں ہے وہ بولی نہیں رہی تھی کہ شاید وہ آدمی ہی نہیں ہے اتنا
 شہر اجنبی ہو گیا آدمی مراد اگر اس کا دل اس کی پھلیاں اور دستگیاں لی جائیں تو آج کے
 بچے ایک دوسری جگہ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے پرانی ہندوستانی حکایت شوق لہنیں بھلے
 فلمی ریکارڈ سے مجھے جو سرور محسوس ہے ذوق تھا۔ انہیں کیرم اور پنگ پونگ میں دست جواب
 کی شہیا نعتیں گھر پر کرتا تھا بالائیاں اور قفلیاں گھر پر جمواتا تھا یہ بولوں میں چلے جاتے
 ہیں اور فریڈ سٹریڈ لاتی پھلوں کے ٹن ٹھنڈے کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان چیزوں
 میں بذات خاص لذت نہیں ضرور ہو گی اور اس قسم کی بولگی جیسی میرے لئے ان کے مد مقابل تھی
 پہلے چیزوں میں بھی مگر میں اس کو کیا کروں کہ مجھے ان کے سامنے وہ بات کہاں میر من کی سہی کہا
 یاد آتی ہے۔ دل میر من کو ہی چاہتا ہے اور میر من ہی کا سو گوار ہے۔ یوں تو کچھ دنوں
 ہاسپوٹل کے دکا خانہ میں نئی آفر زئی کا اتفاق ہوا لیکن اس بالفاظ حضرت شاد جوانی کا
 ایک شہد کہنے اور اسی طرح کا کچھ نام اسی قسم کی آفریری محسوس وغیرہ کو بھی یاد ہے جو میری
 ادھیڑ میں بعض طبقے کے لئے تقریباً آواز تازندگی بن گئے تھے۔ ہاں کالج کے زمانہ میں
 ایک چسکا کتا یوں کا لگ گیا تھا وہ اتنا قلم ہے۔ گاہے گاہے ایک ادھ غزل کا بھی اتفاق
 ہو جاتا ہے بغرض کچھ ناول افسانے اور ڈراموں کے دل بہلا کر اور کچھ آہنی کا دکھراغزلوں میں کہل
 وقت گزار دیتا ہوں اس وقت میری عمر کوئی چوں بچپن کی ہے۔ حال ایک کالی ڈاؤن کی طرح سات
 گھرا ہے ماضی کی یاد کسی کے برق تبسم کی طرح دل میں تڑپ ہی ہے۔

راقم نے ان کا کلام دستیاب کرنے کو مشتاق حسین صاحب ایدو کیت سے کہا تھا لیکن معلوم ہوا کہ
 آپ کی بیٹیاں غائب ہو گئی ہیں۔ غالباً اسی سبب یاران میکہ میں بھی ان کا کوئی شعر موجود نہیں۔